بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

کچھ ایسے سو گئے ہیں ہمارے یہ ہم وطن
اُٹھتے نہیں ہیں ہم نے تو سو سو کئے جتن
اے سونے والو جاگو کہ وقتِ بہار ہے
اب دیکھو آ کے در پہ ہمارے وہ یار ہے
دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا
گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا

عالیجناب حضرت امام الوقت مسیح موعود میرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی برموقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء والی پُرمعارف

ذوالقرنین

اے ہوش و عقل والو یہ عبرت کا ہے مقام
چالاکیاں تو ہیچ ہیں تقویٰ سے ہو دیں کام
ثبت ہے جو قصہ یہ خدا کی کتاب میں
عزت نہیں ہے ذرہ بھی اُس کی جناب میں
جو متقی ہے اُس کا خدا خود نصیر ہے
انجام فاسقوں کا عذاب سعیر ہے

پبلشر

محمد یامین تاجر کتب قادیان [illegible]

بار دوم
قیمت

حجازی پریس لاہور میں باہتمام حافظ محمد اسمٰعیل پرنٹر چھپا اور محمد یامین صاحب پبلشر نے چھپوا کر شائع کیا

احمدیہ سلسلہ میں داخل ہونیکے

دس شرائط بیعت

اول بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم - یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت انکا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم - یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔
اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کو یاد کرکے اسکی حمد اور تعریف کو ہر روز اپنا ورد بنائے گا۔

چہارم - یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم - یہ کہ ہر حال رنج و راحت عسر و یسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کریگا۔ بہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنیکے لئے اسکی راہ میں تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہ پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم - یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز رہیگا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم - یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیگا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کریگا۔

ہشتم - یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ عزیز سمجھے گا۔

نہم - یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہانتک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم - یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہیگا۔ اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اسکی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(از کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ   نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم

پہلی تقریر

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان مورخہ ۲۷ ردسمبر ۱۹۰۷ء

یوم الجمعہ بعد نماز جمعہ و عصر جمع کردہ کے

مسجد اقصیٰ میں بیان فرمائیں

حمد باریتعالیٰ

سُننا چاہیئے۔ اوّل اللہ جلشانہٗ کا شکر ہے کہ آپ سب صاحبوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی (باوجود اس بات کے کہ) ہزارہا مولوی پنجاب اور ہندوستان کے تکفیر میں لگے ہوئے ہیں۔ اور ہم کو کافر اور دجال کہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہے کہ باوجود اس زور مخالفت اور تکفیر کے یہ جماعت بڑھتی جاتی ہے چنانچہ اب چارلاکھ سے بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ واقعی خداتعالےٰ کا بڑا معجزہ ہے کہ ایک طرف گروہ کثیر مخالفوں کا دِن رات جدوجہد کررہا ہے۔ طرح طرح کی جانکاہی سے منصوبے سوچ رہا ہے۔ کہ کسی طرح یہ سلسلہ بند ہو جائے مگر دوسری طرف خداتعالےٰ اس کو چلانا چاہتا ہے۔ اور چلا رہا ہے۔ اور مخالف اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔

غلبۂ الٰہی

جانتے ہو۔ اس میں حکمت کیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو مامور کرتا ہے۔ جو واقعی طور سے خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ تو وہ دن بدن بڑھتا جاتا ہے اور اس کی ترقی کو کوئی روک نہیں سکتا۔ روکنے والے مر جاتے ہیں۔ ذلیل ہو جاتے ہیں۔ ان کی طاقتیں سلب ہو جاتی ہیں۔ کوششیں رائگاں جاتی ہیں۔ درحقیقت جو اس کی طرف سے مامور ہو کر آتا ہے اُسے کوئی نہیں روک سکتا۔ کیونکہ وہ خدا کے ارادہ کے مطابق کام کرتا ہے۔ پس خدا کے ارادے کو اگر کوئی روکے تو اس کے یہ معنے ہوئے کہ وہ خدا پر غالب آیا۔ مگر خوب یاد رکھو۔ اللہ پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔

پچّیس ۲۵ سالہ پیشگوئی

قدم۔ آج پچیس تیس برس پہلے ان کی نسبت جو اس مجمع میں حاضر ہیں اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں خبر دی تھی جب کہ ان میں سے یہاں کوئی بھی نہ آتا تھا۔ براہین احمدیہ۔ جو عرب۔ فارس ہند میں شائع کی گئی۔ اس میں یہ چھپا ہوا الہام موجود ہے۔ جس سے نہ کوئی عیسائی انکار کر سکتا ہے۔ نہ ہندو نہ یہودی نہ مسلمان۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اس کتاب پر ریویو لکھا تھا۔ اس کو بھی علم ہے۔ کہ جب وہ آتا تو مجھے اکیلا پاتا۔ واقعہ میں براہین کی پیشگوئی ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ اس کی عبارت کا یہ مضمون ہے۔ کہ کوئی ایسا زمانہ آنیوالا ہے کہ اگرچہ تو اس وقت اکیلا ہے۔ مگر فوج در فوج لوگ آئیں گے ان کے کھانے کے لئے بھی بندوبست چاہیئے۔ اسلئے فرمایا۔ یاتیک من کلّ فجٍ عمیق۔ یعنی دُور دراز سے تحفے اور اموال تیرے پاس آئیں گے۔ پھر مجھے حکم دیا کہ ولا تصعر لخلق اللہ یعنی جو آنیوالے آئیں۔ تو اُن سے بدخلقی نہ کیجو۔ اللہ تعالیٰ کثرت کا حکم دیتا ہے۔ جب یہ مکان جنگل کی طرح تھا۔ اس گاؤں کے لوگ بھی جانتے ہیں۔ اور امرتسر اور لاہور کے بھی بے خبر نہیں۔ کہ میری یہی حالت تھی۔ کہ میں اکیلا تھا۔ اور یہ مکان بالکل خالی میں پوچھتا ہوں۔ اس سے زیادہ عظیم الشان معجزہ کیا ہونا چاہیئے اسی میں خدا کی طاقت اور نصرت پائی جاتی ہے۔ بلا خدا کے ارادے کے ایسا کون شخص ہے۔ جو کہے کہ ہزارہا آدمی آئیں گے۔ اور کہے بھی اپنے گمنامی کے زمانے میں جتنے انبیاء پہلے گذرے ان کے کچھ بہت

معجزے نہیں ہوتے تھے۔ یہ معجزہ ہر پہلو سے ثابت ہے۔ کوئی بڑا ہی ہٹ دھرم ہو۔ اور جس میں ایمان نہ ہو۔ تو وہ اس سے انکار کر سکتا ہے۔ مذہبی مخالفت میں لوگ جھوٹ بولنا بھی ثواب سمجھتے ہیں۔ مگر کوئی ہندو آکر قسم کھائے کہ اس زمانہ میں جب یہ پیشگوئی شائع ہوئی۔ کبھی کوئی آدمی آتا تھا۔ اور کیا یہ لاکھوں روپیہ اس وقت بھی آتا تھا۔ ہرگز نہیں۔ پس کیا یہ خدا کا کام نہیں اگر کوئی کہے کہ یہ اتفاقی بات ہے تو کوئی اور ایسا اتفاقی واقعہ پیش کیا جائے۔ صرف بہانہ جوئی کے رو سے بنائی ہوئی بات قابل قبول نہیں۔ مگر نظیر بتلاتے ہوئے یہ مدنظر رکھنا ہوگا۔ کہ پیشگوئی پہلی ہو۔ یعنی پچیس برس پہلے اس نظارہ کی خبر دی ہو۔ اور پھر ایسا ہوا ہو۔ اگر کوئی نہ مانے تو پھر اس طرح تو کسی نبیؑ کا معجزہ بھی نہ مانا جائے گا۔ جس طرح ہمارے ساتھ خدا نے معاملہ کیا اگر کوئی مفتری کذّاب ایسی جھوٹی خبر دے سکتا ہے۔ تو ہم اپنا دعوےٰ اور سب کاروائی چھوڑ دیتے ہیں۔ اور ہم طیار ہیں۔ کہ ان کی بات قبول کریں جو لوگ حق کا مقابلہ کرتے ہیں۔ بجز شرمندہ ہونے کے ان کے ہاتھوں میں کچھ بھی نہیں۔ خواہیں تو چوہڑوں اور چماروں کو بھی آتی ہیں۔ ایسی پیشگوئی کے وقوع کی نظیر دکھلاؤ۔ براہین کے اس الہام کے گواہ کئی ہندو ہیں۔ بالخصوص لالہ شرمپت اور ملاوامل اس کے گواہ ہیں۔ کہ ان دنوں جب ہمارے پاس آتے ہمیں اکیلا پاتے۔ اب دیکھیں کہ جیسا کہ پہلے خبر دی گئی تھی۔ مخلوقات کے انبوہ کا یہ حال ہے خدا کے معجزات پر سینگ نہیں ہوتے۔

مخالفین کی ناکامی

دیکھو جب ہم نے پیشگوئی (دعویٰ کیا) کی تو سب مخالف ہو گئے۔ مولوی ہندو سب یک زبان ہو کر مخالفت کرنے لگے۔ فتوے جاری کئے گئے۔ کہ جو ان سے السلام علیکم کرے وہ بھی کافر خوش خلقی سے کوئی بات کرے تو وہ بھی کافر پھر باوجود اس قدر جدّ و جہد کے کہ راہوں پر بیٹھ کر لوگوں کو روکتے۔ کہ تم نے جا کر کیا کرنا ہے۔ خدا کی بات پوری ہو گئی۔ اب خود سوچ کر دیکھو کیا یہ کسی انسان کے بس میں ہے۔ کہ تن تنہا اپنی مشکلات پر غالب آئے ہم کسی کو بالجبر نہیں منواتے۔ بلکہ ہر ایک اپنے طور سے غور کر کے یہ بات سمجھے کہ آیا ہم سچ کہتے ہیں یا نہیں۔ مخالفت کی بھی پہلے خبر دی گئی تھی۔ اور اس کا انجام بھی بتا دیا گیا تھا۔ یَعْصِمُکَ اللّٰہُ ولو لم یَعْصِمْکَ النَّاسُ۔ یعنی لوگ زور لگائیں گے۔ مگر کسی کی پیش نہ جائے گی۔ اور میں اپنی

بات کو پورا کر کے دکھا دوں گا۔ چنانچہ اس نے ایسا کر کے دکھا دیا۔ اب سوائے اس کے جس کے دل میں ایمان نہ ہو اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ یہ ایمان کا تو کوئی مذہب نہیں مذہب کی جڑ سچائی ہے۔ جو سچا نہیں۔ اُس کا مذہب بھی کچھ نہیں۔

معجزۂ خداوندی

ایک پنڈت لیکھرام تھا۔ یہاں مہینہ دو مہینہ رہا بد قسمت کو اسی جگہ کے لوگوں نے بہکایا شوخیوں میں آکر مباہلہ کے طور پر بددعا نامہ لکھا۔ کہ جو جھوٹا ہے وہ ہلاک ہو ایک طرف اپنا نام لکھا کہ میں وید کو سچا مانتا ہوں۔ اور قرآن کو جھوٹا جانتا ہوں وید کے رشی تو سچے ہیں۔ مگر پیغمبر اسلام (نعوذ باللہ) جھوٹے پھر میرا نام لیا پھر جیسے کوئی ناک رگڑتا ہے پرمیشر کی منتیں کرتے ہوئے دُعائیں کیں۔ کہ جو حق میں فیصلہ ہو جائے۔ چھ برس کی میعاد مقرر تھی۔ مگر پانچ برس کے اندر ہی مر گیا۔ ایسے ہی اور کئی معجزات ہیں۔ ان سب کے بیان کرنے کے لئے وقت کافی نہیں :-

آیات اللہ

خدا تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ تیرے پاس فوج در فوج لوگ آئیں گے۔ اس کے ماتحت ہر ایک جو آدمی آتا ہے۔ وہ ایک نشان ہوتا ہے۔ آپ لوگ یاد رکھیں۔ کہ جو جھوٹے ہوتے ہیں خدا تعالیٰ ان کی نصرت نہیں کرتا۔ اور اس کی نصرت جو ہمارے شامل حال رہی وہ اس بات سے ظاہر ہے۔ کہ ہمیں مخالفوں نے عدالتوں میں پھنسانا چاہا۔ خون کے مقدمے بھی کئے مگر سب جھوٹے نکلے۔ اور انہی حکام نے جن کی قوم کے لوگ مدعیوں میں سے تھے ہمیں کہا کہ ہمارا کوئی گناہ نہیں۔ ایک منصف مزاج حاکم جن کا نام کپتان ڈگلس ہے۔ مجھے کہا کہ ان پر آپ نالش کر سکتے ہیں۔ ان لوگوں نے جان توڑ کر کوششیں کیں۔ اگر خدا ہمارے ساتھ نہ ہوتا۔ تو پھنس جاتے۔ آج کل تین چار گواہ گذار کر پھانسی دلا سکتے ہیں۔ ان لوگوں نے آٹھ گواہ گذارے۔ ان میں ایک مولوی صاحب بھی تھے۔ مگر جیسا کہ خدا نے میری معرفت پہلے خبر دی تھی۔ کہ بری ہو جاؤنگا۔ ویسا ہی ہوا۔ ان لوگوں نے کیا حاصل کیا بجز اس کے کہ ہمارا ایک اور نشان ثابت ہو گیا۔

سچائی کی پہچان

یاد رکھو کہ جو مکار اور مفتری ہوتے ہیں ان کا کام نہیں چلتا۔ اگر اللہ فرق کر کے نہ دکھلا دے کہ فلاں میرے ساتھ ہے۔ اور فلاں کا میں مخالف۔ تو اندھیر پڑ جائے۔ جو سچے ہوتے ہیں خدا تعالےٰ ان کی مدد کرتا ہے۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی یہی عادت اللہ ہے جس طرح مسافر کے گرد کتے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ جو اللہ سے آتا ہے اس کے پیچھے یہ لوگ کتوں کی طرح پڑ جاتے ہیں۔ حالانکہ اس میں وہ مادہ فساد نہیں ہوتا۔ جوان کے دل میں ہے۔ آخر کار یہی کتے ہلاک ہوتے ہیں

بہت خوش قسمت ہے۔ وہ آدمی جو اسلام رکھتا ہے۔ اور جو اسلام میں داخل ہے ہاں جو لوگ صرف زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں۔ اور عمل نہیں کرتے۔ اپنے اندر فرمانبرداری کا رنگ نہیں رکھتے۔ ان کا حال ان منافقوں کی طرح ہے جن کے بارے میں فرمایا۔ واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا واذا خلوا الی شیاطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزءون۔

قرآنی معارف

قرآن ایسے وقت آیا ہے۔ جب کل دنیا دار فسادوں میں پڑے ہوئے تھے سب کے سب بدعقیدوں میں گرفتار تھے۔ سچ ہے ظھر الفساد فی البر والبحر۔ کا وقت تھا۔ یعنی اہل کتاب بھی بگڑ چکے تھے۔ اور دوسرے بھی نہ عملی حالت درست تھی۔ نہ اعتقادی۔

سورۃ فاتحہ میں ایسے کل عقائد اور ان کی تردید کا ذکر ہے۔ فرماتا ہے۔ کہ الحمد للہ رب العالمین سب حمد اس اللہ کے لئے جو تمام دنیا کو پیدا کرنے والا ہے۔ اب بعض لوگ اس قسم کے ہیں۔ جو خدا کے پیدا کرنے سے منکر ہیں۔ جیسے آریہ جیو (روح) پرکرتی (مادہ کی نسبت کہتے ہیں۔ کہ آپ سے چلے آتے ہیں۔ جیسے پرمیشر آپ سے آپ ہے۔ ان کی کل طاقتیں بھی خود بخود ہیں۔ پرمیشر کا دخل نہیں۔ یہ وہ فرقہ تھا جس کی طرف اللہ نے رب العالمین سے اشارہ کیا۔ اور ان کی تردید بھی کی۔

الرحمٰن بغیر کسی عمل کے خود بخود عطا کرنے والا۔ سناتن دھرم والے ان میں سے ہیں

جو ایک رنگ میں مانتے ہیں۔ کہ پرمیشر سے سب کچھ نکلا۔ مگر سائنس ہی کہتے ہیں۔ کرموں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ مرد بنا ہے۔ تو کرموں کی وجہ سے۔ عورت بنی ہے تو کرموں کے سبب۔ غرض گدھا۔ بندر۔ بلا جو کچھ ہوا کرموں سے۔ پس یہ لوگ صفت رحمانیت کے منکر ہیں۔ وہ خدا جس نے آدمیوں سے پہلے سورج وغیرہ پیدا کیا۔ سانس کے لئے ہوا پیدا کی نیز اس لئے کہ ایک دوسرے تک آواز پہنچے۔ جب یہ سب کچھ قبل از وجود پیدا کیا ہے۔ تو پھر کیا ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس کو کرموں کی وجہ سے کیا ہے۔ یہ لوگ بھولے ہوئے اور کفر میں گرفتار ہیں۔ سچی بات یہی ہے۔ کہ اللہ کا فضل ہے۔ کئی نعمتیں ایسی ہیں جن میں اعمال کا دخل نہیں اور کئی ایسی ہیں جن میں اعمال کا دخل ہے۔ جیسے عابد زاہد۔ بندگی کرتے ہیں۔ اور اس کا اجر ملتا ہے۔

رحیم یعنی عملوں کی پاداش میں بدلا دینے والا۔ بعض لوگ ایسے ہیں (خود الہی مسلمانوں میں بھی) جو اعمال کو باطل قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں نماز کیا۔ روزہ کیا قسمت ہوئی تو بچ جائیں گے۔ یعنی جو کچھ ہونا ہے۔ ہو جائیگا۔ ہم کیوں خواہ مخواہ تکلیف اٹھائیں۔ یہ فرقہ بڑا بڑھا ہوا ہے۔ جاہل سے جاہل کا اعتقاد یہی ہے۔ قسمت پر چھوڑا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم نے کوئی ولی بننا ہے۔ جو یہ ریاضتیں کریں۔ مگر خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ میرا نام رحیم ہے جو صالح الاعمال عشق و محبت میں محو ہو جاتا ہے۔ اس کے مدارج بلند کروں گا جتنے اولیاء اور بڑے بڑے راستباز ہوئے ہیں۔ ان سب نے پہلے ضرور مجاہدات پیدا کئے ہیں جب جا کر ان پر یہ دروازہ کھلا۔ قرآن مجید میں ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جو بندہ یابندہ۔ جس نے مجاہدات کئے اسی نے پایا۔ پس رحیم ان لوگوں کے رد میں ہے۔ جو کہتے ہیں۔ کہ جو ہونا ہے۔ وہ ہو جائیگا۔ ہمیں عبادات کی کیا ضرورت ہے۔ غالباً چوروں ڈاکوؤں کا بھی یہی مذہب ہوتا ہے۔ اور یہی خیالات وہ اندر ہی اندر رکھتے ہیں۔

مالک یوم الدین مالک ہے جزا کے دن کا۔ دہریہ ان کے مخالف ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کوئی جزا سزا نہیں۔ صفت رحیمیت سے انکار کرنے والے تو پھر لاپرواہی سے عمل نہیں کرتے اور یہ خدا کے وجود سے منکر ہیں۔ اس لئے عمداً اعمال صالحہ کی طرف توجہ نہیں دیتے۔

حاملان عرش یہ چار صفتوں والا خدا ہے۔ جس کی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ کہ تم اسے مسلمانو! کہو ہم اسی کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ جو فرمایا کہ چار ملائک خدا

کا عرش اٹھا ئے ہیں۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ یعنی چار صفتوں کا تجلی گاہ عرش ہے اگر ان میں سے ایک نہ ہو۔ تو نقص لازم آتا ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کے کلام میں استعارے بہت ہوتے ہیں :۔

حقیقت عرش

عرش کوئی ایسی چیز نہیں۔ جسے مخلوق کہہ سکیں۔ خدا تعالےٰ کے تقدس و تنزّہ ورا ءالوراء جو مقام ہے۔ اس کا نام عرش ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ ایک تخت بچھا ہے۔ اور اس پر اللہ بیٹھا ہے۔ جاہل نہیں سمجھتے کہ اگر قرآن میں ایک طرف الرحمن علی العرش استویٰ ہے۔ اور دوسری طرف یہ بھی ہے۔ کہ کوئی تین نہیں جس میں چوتھا وہ نہیں اور کوئی پانچ نہیں جس میں چھٹا وہ نہیں اور فرمایا کہ جہاں کہیں تم ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر یہ کہ خدا ہر شئے پر محیط ہے۔ اگر اللہ کا یہ منشا رتھا۔ کہ واقعی ایک تخت پر بیٹھا ہے۔ تو اس سے یہ مراد ہے۔ کہ وہ وراء الورا ء مقام جہاں مخلوقات کی انتہا ہے۔ یعنے وہ نقطہ جہاں جہاں ختم ہوتا ہے۔ ایک تنزیہ ہوتی ہے۔ ایک تشبیہ جب کہا میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اور ہر چیز پر محیط تو یہ تشبیہ ہے۔ اب چونکہ تشبیہ کے مقام میں دھوکا لگتا ہے۔ کہ خدا محدود اور مخلوقات میں ہے۔ اس لئے فرما دیا۔ ذو العرش العظیم۔ یعنی سمجھایا۔ کہ یہ اس کے تقدس و تطہر و تنزہ کا مقام ہے۔ نہ یہ کہ وہ کوئی چاندی یا سونے کا تخت ہے۔ قرآن میں استعارے بہت ہیں۔ من کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ ظاہر آیت تو یہ ہے کہ اندھوں کے لئے بہشت ہے وہ اندھے ہی اُٹھینگے۔ مگر کون بے وقوف ان معنوں کو پسند کرتا ہے۔ اصل مطلب دل کے اندر ہے جو عمل نیک کریگا وہ اجر نیک پائے گا اور جو حواس خدا بینی کے یہاں سے نہ لے جائیگا۔ وہاں اندھا ہی رہے گا۔ دنیا مزرعہ آخرت ہے جو بوئے گا وہی کاٹے گا۔ جاہلانہ نفس کو دھوکا نہ دو۔ بینائی پیدا کرو جو بینائی یا بہشت یہاں سے لیجائیگا وہی آگے پائے گا بغیر یہاں کی بصیرت کے کچھ نہ ملیگا۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین اے خدا تو جو چار صفتوں کا مالک ہے۔ تیری پرستش کرتے ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ اللہ کو چار صفتوں سے متصف مان کر صرف اقرار تک محدود نہ رکھے۔ بلکہ عملی طور سے اس بات کو ثابت کرے کہ وہ واقعی اللہ کو اپنا رب مانتا ہے۔ اس کی ربوبیت کو اپنے عملوں سے ثابت کرے۔ دیکھو

جو خدا کو خدا نہ مانے۔ وہ سب کچھ کرے گا۔ چوری زنا بھی کرے گا۔ جب تک عملی زندگی نہ ہو۔ تو نہ مومن کہلا سکتا ہے۔ نہ وہ فیض پاتا ہے۔ جو اگلے مقربوں اور راستبازوں پر ہوا۔ ایمان خدا کا ایک فضل ہے۔ جب آتا ہے۔ تو وہ شخص عملی طور پر فاسقانہ کام نہیں کرتا۔ در اصل زبانی حساب انسان کو نجات نہیں دے سکتا۔

حقیقی اسلام

کیونکہ اسلام یہ نہیں کہ انسان چند باتیں زبان سے مان کر ورد کرتا رہے۔ بلکہ چاہیئے کہ عملی زندگی میں اپنے تئیں اس حد تک پہنچائے۔

کہ فیض آئے۔ ولی جو اس سے پہلے گذرے صرف اسی حد تک ان کی راستبازی نہ تھی کہ جس طرح آج کل کے لوگ ہیں بلکہ وہ گداز ہو گئے۔ ان کی نظر میں سب کچھ ہولناک تھا۔ صرف اللہ ہی کا وجود باقی رہ گیا تھا۔ اور کسی کا وجود باقی نہ تھا۔ اسی اللہ سے اب تعلق تھا کہ اس میں محو و گداز ہو گئے۔ جب انسان کی ایسی حالت ہو جاتی ہے۔ تو قدیم سے سنت اللہ ہے کہ اس پر انعام و اکرام ہوتے ہیں۔ ہزارہا اولیا گذرے ہیں۔ دار الکفر و الشرک میں بھی کم ایسی جگہ ہیں جہاں دو چار قبریں ایسے بزرگوں کی نہ ہو۔ جو ولی اللہ کہلائے۔

فوائد محبت

جو چور اور ڈاکو ہو۔ لوگ خود سمجھ لیتے ہیں۔ اس سے بھی جو دلی محبت رکھے اگر اور کچھ نہ کرے تو یہ تو ضرور ہو گا۔ کہ اس کے گھر میں چوری نہ کرے گا۔ سمجھتے ہو جب ڈاکوؤں اور چوروں سے فائدہ ہو جاتا ہے۔ تو کیا خدا سے نہیں ہوتا۔ اور کیا اس کی محبت رائگاں جا سکتی ہے۔ یقیناً سمجھو کہ وہ بڑا رحیم کریم ہے۔ فضلوں والا ہے جن لوگوں نے اس کے فضل سے انکار کیا مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ راہ انہوں نے کبھی اختیار نہیں کی۔ لوگوں پر یقین کرنے والے بے خبر ہیں۔ دوستی عمدہ چیز ہے۔ دوستوں میں خاص صفات ہوتی ہیں جب تک آپ دوست نہ بنے کیا فائدہ اٹھائیگا۔ دوست بننے کے یہ معنے ہیں کہ اس درجہ کی محبت خالصہ پیدا ہو۔ کہ آپس میں کوئی فرق نہ رہے۔ پھر جب دنیا کے لوگوں کی محبت سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ تو کیا خدا کی دوستی ہی ایسی ہے۔ کہ کسی کام نہ آوے۔ اس جگہ پر وہ لوگ قابل الزام ہیں۔ جو خدا

کو ایسے عیب ناک الزاموں سے ملزم کرتے ہیں۔ جو بخیل لوگوں کا کام ہے۔ نہ کہ خدا کا۔ مثلاً آریہ کا عقیدہ ہے۔ کہ مکتی دائمی نہیں۔ کچھ مدت کے بعد آدمی پھر بندر سور بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ پرمیشر اگر اس سے درحقیقت بیزار ہوتا۔ تو مکتی میں داخل کیوں کرتا۔ پس خدا تعالیٰ کا کسی پر راضی ہونا یہ معنے نہیں رکھتا۔ کہ راضی ہونے کے بعد بھی اُسے عذاب دینا چاہتا ہے۔ رضا اور عذاب یکجا جمع نہیں کر سکتے۔ جب کوئی شخص کسی سے کہتا ہے۔ میں تجھ پر راضی ہو گیا تو یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ گناہ بھی بخشدیا۔ یہ نہیں کہ راضی ہو گیا۔ مگر گناہ نہیں بخشے۔

نجات کا فلسفہ

یہ لوگ کہتے ہیں کہ عمل محدود تھے۔ پس نجات کی مدّت بھی محدود ہونی چاہیئے۔ یہ بات بظاہر بہت خوش کن ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ کیا جو شخص مُحب بنتا ہے۔ وہ دو چار سال کے لئے بنتا ہے۔ جب یہ بات نہیں۔ انما الاعمال بالنیات ان میں ان کا کیا تصور رہا۔ کہ پرمیشر نے انہیں مار لیا سنو۔ ایک شخص جو کسی سے محبت کرتا ہے۔ جب مر گیا تو کیا کہہ سکتا ہے۔ کہ اب وہ دشمن ہو گیا۔ ہرگز نہیں۔ پس یہ سمجھنا نہایت درجہ کے ظلم کی بات ہے۔ جو لوگ نمازیں پڑھتے روزے رکھتے ہیں تو وہ ساتھ ہی یہ ارادہ نہیں کر بیٹھے کہ دو چار سال کے بعد مرتد ہو جائیں گے۔ بلکہ وہ تو اسی طور پر رہنا چاہتے ہیں۔ اب آگے خدا نے انہیں مار لیا۔ تو یہ اس کا اپنا فعل ہے۔ ان کا کچھ قصور نہیں پس اسی لحاظ سے عمل محدود کے لئے نجات غیر محدود غیر موزون نہیں۔

سورۃ الفاتحہ میں صداقت اسلام

قصہ کوتاہ یہ چار صفتیں ہیں جو لفظی باتیں نہیں۔ بلکہ اللہ نے تمام دُنیا کا نظارہ دکھلایا ہے۔ کہ دنیا میں کوئی خالقیت سے منکر ہے۔ کوئی رحمانیت سے کوئی رحیمیت سے دور کوئی اس کے مالک یوم الدین ہونے سے اس قسم کا تفرقہ تمام مذاہب میں ہے۔ مگر اسلام ہی ایسا پاک مذہب ہے جس نے سب صفات کاملہ کو جمع کر دیا۔ پس یہ سورۃ جوامع الکلم کہلاتی ہے۔ یہ پانچ وقت اسی لئے پڑھی جاتی ہے۔ کہ لوگ سمجھیں کہ اسلام نہایت مبارک مذہب ہے۔ اور اس کی یہ تعلیم ہے۔ اسلام کا خدا نہ تو ایسا ہے کہ کسی کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے

جیساکہ حضرت عیسیٰ کو خدا بنا یا گیا ہے۔ نہ ایسا کہ وہ پیدا نہیں کرسکتا۔ اور رکتی اس واسطے نہیں بنتا کہ آگے پھر بنائے۔ کیونکہ چند محدود روحیں ہیں جو آپ سے چلی آتی ہیں۔ انہیں کو بار بار دُنیا میں لاتا ہے۔ اگر سب کو نجات دے۔ تو پھر آگے کیا کریگا:۔

حقیقی معبود کے اوصاف

اسلام میں خدا کی ایسی صفات مانی گئی ہیں کہ اگر تمام دنیا مل کر نقص نکالے تو نقص نکال نہ سکے۔ ہم کہتے ہیں کہ جیسا یہ لوگ سمجھتے ہیں۔ جب اس میں کئی ایک نقص ہیں تو پھر وہ کیونکر سب کی نگہبانی کا ذمہ وار ہوسکتا ہے۔ خدا میں تو صفات کاملہ پائی جانی چاہئیں اگر یہ نہ ہوں۔ تو پھر اس پر کیا امید ہوسکتی ہے۔ اور کوئی ایسے معبود سے دعا کیا کرے ہمارا معبود تو صفات کاملہ رکھتا ہے۔ پس اس سے دُعا مانگو۔

اہدنا الصراط المستقیم ہمیں وہ سیدھی راہ دکھا دے جو ان لوگوں کی راہ ہے جن پر تو نے فضل کیا اس پر مطمئن نہ ہو رہو کہ منہ سے کلمہ پڑھ لیا۔ اور نماز پڑھ دی۔ یہ کافی نہیں ہزارہا مسلمان ایسے ہیں۔ جو رسمی طور سے نماز پڑھ کر جب باہر نکلتے ہیں۔ تو اور کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ ایسی نمازوں میں کچھ برکت نہیں ہوتی جو فعل کیا جاتا ہے۔ اگر اس کا نتیجہ مرتب نہیں ہوتا تو وہ فعل ہی ردّی جاتا ہے۔ تم میں سے اگر کوئی قلبہ رانی کرے اور پھر بیج بوئے تو پودہ حسب معمول نہ نکلے۔ تو یہ بات صاف ہی کہ بیج ہی ضائع گیا۔ اب ایسا ہی اگر نماز پڑھی جائے۔ اور نماز کے نتائج مرتب نہ ہوں تو سمجھو کہ وہ نماز نماز ہی نہیں ہے۔ آخر سوچنا چاہیئے۔ کہ یہی نماز تھی جس سے لوگ قطب ہوگئے غوث ہوگئے اور تم اسی طرح تحت الثریٰ میں پڑے رہو۔ یہ بات کیا ہے۔ اگر کوئی شخص دوا استعمال کرتا ہے۔ اور اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ تو اس دوا کے متعلق خوب غور کرکے دیکھنا چاہیئے۔ کہ کیوں اثر نہیں کرتی۔ یقیناً سمجھو کہ جس حالت میں ہو اگر اس پر ہزار برس بھی کوشش کرو۔ تو کچھ زیادہ نہیں:۔

خدا کریم ہے۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست سچی محبت سچے رجوع سے جو آیا وہ اس کے اخلاص کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ اپنے خاص بندوں پر ایسے ایسے فضل کرتا ہے کہ زمین و آسمان اس کے تابع کردیتا ہے۔ اور اسے اتنی برکتیں دیتا ہے کہ لوگ اس کے کپڑوں میں ہزار ہا

برکتیں پاتے ہیں۔ پس تم جو کلام کرتے ہو۔ یہ مطالعہ بھی کرلو۔ کہ اس کا نتیجہ کیا مرتب ہوا انسان جو عمل کرتا ہے۔ اگر اس کا کچھ نتیجہ نہ ہو تو ڈرے کہ کیا ہوا۔ الغرض اللہ تعالےٰ اپنی چار صفات بتلا کر تعلیم دیتا ہے۔ کہ یوں دعا مانگو۔ ان لوگوں کی راہ دکھا جن پر تیرا انعام واکرام ہے۔ نہ کہ جن پر تیرا غضب ہے۔ نہ ضالین کی۔ یہ قصہ کے طور پر نہیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ جانتا تھا کہ ایسا ہوگا۔ پس فرمایا کہ جیسے پہلوں پر غضب ہوا اگر تم ایسا کروگے تو تم پر بھی غضب ہوگا۔ یعنی تم بھی اگر خدا کی راہ میں مستقیم نہیں رہوگے۔ تو تم پر بھی غضب آئے گا غیر المغضوب سے مفسرین یہود مراد لیتے ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ جو بداعمالی کرے گا پکڑا جائے گا۔ اور خدا کے غضب میں آئے گا۔ اس میں یہود کی تخصیص نہیں۔

غضب الٰہی

یاد رکھو کہ اللہ کا غضب انسان کے غضب کی طرح نہیں اس کے غضب سے یہ مراد ہے۔ کہ بوجہ تقدس و تطہر کے بدعملی کو پسند نہیں کرتا۔ جو بدعملی کرتا ہے۔ اس سے دور جا پڑتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ کسی کا ایک حجرہ ہے۔ اور اس کے چار دروازے ہیں۔ سورج کی شعائیں چاروں طرف سے اندر پہنچی ہیں۔ اب اگر یہ شخص اس دھوپ کو بند کردے اور کواڑ لگا دے تو ضرور اندھیرا ہو جائے گا۔ اسی طرح انسان اگر کوئی فعل کرتا ہے تو سنت اللہ ہے۔ کہ اس پر اللہ کی طرف سے ایک فعل وارد ہو۔ کوٹھڑی کے دروازے بند کر دینا یہ انسان کا فعل ہے۔ مگر اس میں اندھیرا کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے پس اسی طرح اس اندھیرا کرنے کا نام غضب ہے۔ خدا کے صفات کا قیاس آدمی پر نہ کرو۔ مثلاً وہ سنتا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ بھی آدمی کی مانند ہوا اور کانوں کا محتاج ہے وہ دیکھتا بھی ہے۔ مگر اس کی نظر ہماری نظر کی مانند نہیں۔ کہ چاند سورج اور چراغ کی محتاج ہو۔ خدا کا غضب خدا کی رحمت اس کے سمع بصر کی طرح الگ ہے ایمان لانا چاہیئے اور حقیقت کو خدا کے سپرد کرنا مومن کی شان ہے۔ جاہل معترض آریہ۔

عذابی اصیب بہ من اشاء ورحمتی وسعت کل شئی کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں یہ لوگ رحمت کے قائل نہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ انسان جب تک کتا اور بلی نہ بنے۔ اس کی خلاصی نہیں ہوسکتی۔ یہ سب صفات اللہ سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔

قوم یہود کی تشریح

یہود ایک قوم کا نام ہے۔ جو حضرت موسےٰ کی اُمت کہلائی ان بد قسمتوں نے شوخیاں کی تھیں سب نبیوں کو دُکھ دیا۔ یہ قاعدے کی بات ہے۔ کہ جو کسی بدی میں کمال تک پہنچتا ہے اور نامی ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس بدی میں اسی کا نام لیا جاتا ہے۔ ڈاکو تو کئی ہوئے مگر بعض ڈاکو خصوصیت سے مشہور ہیں۔ دیکھو ہزاروں پہلوان گذرے ہیں مگر رستم کا نام ہی مشہور ہے یہ یہود چونکہ اوّل درجے کے شرارت کرنیوالے تھے۔ اور نبیوں کے سامنے شوخیاں کرتے۔ اس لئے اُن کا نام مغضوب علیہم ہو گیا یوں تو مغضوب علیہم اور بھی ہیں۔ اگر یہ اعتراض ہے۔ کہ اب تو انبیاء کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اب کیوں ہمیں مغضوب علیہم بنایا جاتا ہے۔ جب اس امت کیلئے خاتمہ ہے اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ اس قوم میں بھی کئی یہودیوں کا رنگ دکھلائیں گے۔ وہ یہودی عیسیٰ کو سولی دینا چاہتے تھے اسی طرح حدیث صحیح میں ہے۔ کہ آخر یہ بھی یہودی ہوں گے اور خدا کی طرف سے جو آئیگا اس کی تکذیب کریں گے۔ اور اس کے قتل کے منصوبے کرنا داخل ثواب سمجھیں گے۔ خدا کی باتیں بے معنی نہیں۔ یہ عذاب کے دن ہیں یا نہیں ہ پچیس برس سے صبر کیا ان لوگوں نے تو اپنی طرف سے کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ میں نے ان کے کفر ناموں میں دیکھا کہ لکھتے ہیں اس کا کفر یہود و نصاریٰ کے کفر سے بڑھ کر ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ کلمہ پڑھتے ہیں۔ قبلہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تعظیم سے لیتے ہیں۔ جان تک فدا کرنے کو حاضر ہیں۔ کیا وہ اِن سے بدتر ہیں؟ جو ہر وقت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے رہتے ہیں۔ بجز اس کے جو سلب الایمان ہو جائے۔ ایسا الزام نہیں دے سکتا۔ اگر ان میں ایمان نہیں تو کیا شرافت بھی جاتی رہی اللہ تعالےٰ تو خوب جانتا تھا۔ کہ ایسا فرقہ ہونے والا ہے۔ جو مسیح کی تکفیر اپنا ایمان سمجھیگا اسی لئے اس دُعا میں اس راہ سے بچنے کے لئے دُعا سکھلائی:۔

ضالین کی حقیقت

ولا الضالین ان کی راہ سے بچا۔ جو گمراہ ہوئے یعنی سچّی راہ کو چھوڑ دیا۔ اس راہ کو جس

کی تعلیم انجیل میں ملی تھی۔ کہ خدا کو واحد جانو۔ یہ تعلیم بالکل چھوڑ دی۔ دیکھو ان کو بتلایا گیا تھا کہ وہ خدا معبود ہے۔ جو حضرت عیسیٰ کا بھی خدا ہے۔ مگر اب یہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کو خدا کہتے ہیں اور یہ کہ وہی جزا سزا کے مالک ہیں:۔

یہ نہ سمجھو کہ مغضوب علیہم ذرا سخت ہے۔ اور ضالین نرم۔ یہ بات نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ یہودی لوگوں کا ان ضالین سے تھوڑا گناہ تھا۔ وہ توراۃ کے پابند تھے۔ ہم نے ایک یہودی سے اس کے مذہب کی نسبت پوچھا تو اس نے کہا ہمارا خدا کی نسبت وہی عقیدہ ہے۔ جو قرآن میں ہے۔ ہم نے اب تک کسی انسان کو خدا نہیں بنایا۔ اس اعتبار سے تو یہ ضالین سے اچھے ہیں۔ مگر شوخی شرارت میں ضالین سے بڑھ کر ہیں۔ پس اس لئے کہ انہیں دنیا میں سزا ملی۔ ان کا ذکر پہلے آیا۔ ایک تحصیلدار کے پاس مقدمہ ہو۔ اور اس نے اسے کچھ تھوڑا جرمانہ یا قید کرنا ہو تو سزا دے گا:۔

اور اگر اس کی سزا اس کے اختیارات سے باہر ہو۔ تو کسی دوسری عدالت کے سپرد کرتا ہے۔ یہودیوں کے اعمال ایسے تھے کہ ان کی سزا اس دنیا میں بھی ہو سکتی تھی۔ مگر ضالین کا گناہ ان سے زیادہ ہے۔ کہ مخلوق کو خدا بنا لیا۔ پس یہ آگے چل کر سزا پائیں گے۔ یہ ایسے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا یعنی قریب ہے۔ کہ آسمان پھٹ جائے زمین شق ہو اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاویں یہودیوں کے بارے میں یہ نہ فرمایا۔ معمولی گناہ تھا۔ انہیں سزا دیدی اور ضالین کی سزا سخت ہے۔ اور سزا میں تفاوت ضرور ہوا کرتی ہے۔ ایک چور معمولی ہو۔ تو اس کی سزا اور ہے اور ایک عادی مجرم چوروں کا استاد ہو اس کی اور۔ پادریوں نے اپنے بد عقیدے کو یہاں تک پھیلایا ہے۔ کہ بعض اوقات ایک ایک پرچہ پچاس پچاس ہزار نکلتا ہے۔ ایک ایسے مذہب کی تائید کے لئے جس کی بنا حق کے نہایت خلاف اور ہر طرح سے مضر ہے۔

گورنمنٹ برطانیہ

مگر میں جانتا ہوں کہ گورنمنٹ کو ان سے کچھ تعلق نہیں۔ کئی انگریز ایسے ہیں جو پادریوں کی صورت دیکھنے کے بھی روادار نہیں۔ مجھے ایک انگریز ملا۔ اس نے رستہ پوچھتے ہوئے مجھے کہا۔ کہ کیا اس راہ کسی پادری کی کوٹھی تو نہ آئے گی۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو بتلایا کہ

میں ایسے رستے سے کبھی نہیں گذرنا چاہتا۔ جہاں کسی پادری کی کوٹھی ہو۔ ایک اور انگریز تھا جس کی عدالت میں ہمارا مقدمہ ہؤا۔ اسغیرلق مخالف ایک جنٹلمین پادری تھا۔ آٹھ دس گواہ بھی گذارے اور یوں تم بھی جانتے ہو کہ حکام کے اختیار میں سب کچھ ہوتا ہے۔ تو نیت کا بھی سوال تھا۔ مگر میں نے سُنا کہ اُس نے صاف کہہ دیا کہ مجھ سے یہ بدذاتی نہیں ہو سکتی۔ کہ کسی بے گناہ کو سزا دوں۔ مجھے بلا کر کہا۔ آپ کو مبارک ہو۔ اگر یہ لوگ ان اوصاف والے نہ ہوتے تو ہمارے حاکم بھی نہ ہوتے۔ مسلمانوں میں جب یہ حالت ہو گئی کہ ایک دوسروں کو کاٹنے دوڑتے جیسے کتوں کے آگے ہڈی ڈال دیں۔ تو وہ ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں۔ اور اخوت ہمدردی کا نام ونشان نہ رہا تو خدا کی حکمت بالغہ نے اُن سے سلطنت لے لی۔

ہم نے وہ زمانہ بھی دیکھا کہ جب کوئی اذان دیتا۔ تو وحشی اُس کے قتل کرنے کو دوڑتے ابتدائی زمانے میں قادیان کا بھی یہی حال رہا۔ جب انگریزوں کی عملداری ہوئی۔ تو ایک تیک دیار سا سپاہی نماز پڑھنے آیا۔ ملاں کو آذان کے لئے کہا۔ تو اُس نے نہایت آہستہ آذان دی۔ سپاہی نے کہا۔ یہ بھی کوئی آذان ہے۔ تم زور سے کیوں نہیں بولتے۔ اس نے کہا جان بچانا فرض ہے۔ وہ بولا بیشک زور سے آذان دو۔ چنانچہ اس نے ایسا کیا۔ اور اس نے زور سے اذان دی۔ کہ چالیس برس پہلے اس علاقہ میں کوئی آذان نہ دی گئی تھی۔ لوگ اکٹھے ہو گئے۔ اور اُسے پکڑ کر لے گئے۔ کاردار کو معلوم تھا۔ کہ اب انگریزی سلطنت ہے۔ اس نے کہا گھر جا کے بیٹھو۔ اب تو لاہور میں گائیاں ہوتی ہیں۔ ایک حیوان کے بدلے اس قدر ظلم ہوتے رہے ہیں۔ کہ ایک سید صاحب تھے وہ آرہے تھے۔ اتفاق سے اُن کی برچھی کی نوک ایک گائے کو لگ گئی۔ تو اس کا ہاتھ کٹوا دیا گیا۔ غرض کوئی چھ سات ہزار مسلمان تو گائے کی وجہ سے قتل کئے یا سزا دئے گئے ہوں گے۔ پس یہ راج مسلمانوں کے لئے بالخصوص کیوں موجب رحمت نہ ہو۔

اطاعت اولی الامر

حدیث میں آیا ہے۔ کہ حاکم بد ہو تو اس کی شکایت مت کرو۔ بلکہ اطاعت کیونکہ در اصل بات یہ ہے۔ کہ حاکم بد نہیں بلکہ تم ہی بد ہو جبھی تم پر ایسا حاکم مسلط کیا گیا۔ اور الحمدللہ کہ ہمارے انگریز حاکم بھی نہایت منصف مزاج ہیں۔ اور جو دوسری قوموں کے

ہیں۔ ہمارے مقابلہ پہ تو ان کی پیش بھی نہیں جا سکتی۔ ہم پر سات سو جرمانہ بھی کر دیا۔ مگر آخر اپنی ہاتھوں سے واپس دینا پڑا۔ اڈیشنل جج ایک پادری کا بیٹا تھا۔ مگر اس نے نہایت منصف مزاجی سے دن بھر ساری مثلیں سنیں۔ مخالف نے بیان کیا۔ کہ لئیم ولد الزنا کو کہتے ہیں۔ اور کذاب بڑے جھوٹے کو جو جھوٹوں کا ایک ہی جھوٹا ہو۔ خدا جانے اس تشریح کی کیا ضرورت تھی۔ کہ بڑا اُلو بھی اُلو اور چھوٹا اُلو بھی اُلو ہی ہوتا ہے مگر اُس نے یہ سب کچھ سُن کر کہا۔ کہ میں آپ کو بری کرتا ہوں۔ اور فیصلہ میں لکھا کہ اگر اس سے بڑھ کر لفظ استعمال کرتے۔ تو تم کو کہنے کا حق پہنچتا تھا۔ یہ انگریز دل ہی کا حوصلہ ہے۔ ورنہ ہندو تو ایسے ہیں۔ کہ اگر انہیں ذرا بھی طاقت ملے۔ تو بوٹی بوٹی تقسیم کر لیں۔

ضالین کا تتمہ اور مسیحی مذہب

خیر تو ضالین یعنی گمراہی کے ٹھیکیدار جن میں سے پادری بھی ہیں۔ ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جنہوں نے کبھی انجیل دیکھی بھی نہ ہو گی۔ اور یہ محض اس لئے تبلیغ کرتے ہیں کہ تنخواہ پاتے ہیں۔ اور ان کی تنخواہیں ان چندوں سے آتی ہیں۔ جو بعض لوگ اسلام کو مغلوب کرنے کے لئے دیتے ہیں۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو اُن کے سینوں پر بھاری ہے۔ ہندوؤں کا مذہب ان لوگوں کی راہ میں نہیں۔ اس کے تو اُصول ہی ایسے ہیں۔ کہ کوئی شریف آدمی انہیں پسند نہیں کر سکتا۔ مثلاً نیوگ اور پرمیشر کو روح و مادہ کا خالق نہ ماننا اور اسے ان کا محتاج سمجھنا۔ کچھ بھی کریں۔ اسلام کے ساتھ یہ لوگ کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ کیا وہ مذہب کچھ توجہ کے قابل ہو سکتا ہے۔ جو ان کے بیٹے کو خدا بنائے حالانکہ اس کے اور بھائی بھی تھے۔ ماں بھی تھی۔ پھر خدا بھی ایسا کمزور کہ چند یہودیوں نے اسے بقول ان کے صلیب پر مار دیا۔ میں بڑے زور سے کہتا ہوں۔ کہ ایک مسلمان کا بچہ ان لغویات کو قبول نہیں کر سکتا۔ پھر اس سے بھی کمزور عقیدہ کفارہ کا ہے۔ بھلا یہ بات بھی کوئی عقلمند قبول کر سکتا ہے۔ کہ گناہ تو زید کرے اور اس کے بدلے میں بکر کو سزا دی جائے۔ یا سر درد ہو زید کے اور بکر اپنا سر پھوڑے۔ کیا اس طرح وہ بیماری چلی جائے گی۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ یہ لوگ خود سمجھتے ہیں۔ اور گلے پڑا ڈھول بجا رہے ہیں۔ ولایت کے جو سمجھدار لوگ ہیں۔ وہ خود اس بات کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ مبارک زمانہ آ گیا توحید

کی ہوا چل رہی ہے عنقریب تمام دنیا جان لیگی۔ کہ ہر جگہ اسلام کے سوا ضلالت ہے یوں تو ہندو۔ سناتنی یا آریہ یا برہمو سب ہی گمراہ ہیں۔ مگر یہ اس فرقے کی خصوصیت ہے کہ نہ صرف خود گمراہ ہیں۔ بلکہ گمراہی کرنے میں بھی ناخنوں تک زور لگا رہے ہیں۔ حدیث میں اس کے لئے دجّال کا لفظ آیا ہے۔ جس سے یہی مراد ہے۔ کہ وہ ہر حیلہ سے گمراہ کرنا چاہے گا۔ بلکہ قرآن مجید میں ضالین کا لفظ ہے یہ لفظ اس لئے اختیار کیا گیا۔ تا اشارہ ہو کہ دجّال شخص واحد کا نام نہیں۔ جیسا کہ آخری زمانہ میں لوگ سمجھیں گے۔ دیکھو تورات میں صاف لکھا ہے۔ کہ سور حرام ہے۔ انجیل میں بھی اس کی ناپاکی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ فرما کر کہ موتی سوروں کے آگے مت ڈال۔ اور یہ سور کو حلال سمجھتے ہیں۔ چونکہ یہ ہر ایک عمل و اعتقاد میں خدا کے خلاف پڑے ہوئے ہیں اس لئے یہ بڑے ضال ہیں۔

کسر صلیب و قتل خنزیر کی حقیقت

بخاری میں مسیح موعود کی نسبت لکھا ہے۔ کہ یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر۔ خنزیر ایک نجاست خور جانور ہے۔ گوہ تک نہیں چھوڑتا۔ جو لوگ کتابوں کی تحریف و تبدیل کرتے ہیں وہ گویا جھوٹ کی نجاست پر منہ مارتے ہیں۔ اور جھوٹ کی نجاست سب سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے اس کا نام خنزیر رکھ دیا۔ اور یکسر الصلیب میں جو کسر صلیب مسیح موعود کا کام ہے۔ اس کی نسبت سمجھنا چاہیئے۔ کہ صلیب کی بنیاد حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زندہ بجسد العنصری ماننے پر ہے۔ یوں تو تمام انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں مگر ہم کسی کے بجسدہ زندہ ہونے کے قائل نہیں اس لئے جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کر دی گئی۔ تو کسر صلیب از خود ہو گئی خدا جانے مسلمانوں میں یہ عقیدہ کیوں پھیل گیا ہے کسر صلیب سے مراد لکڑی کے صلیب کا توڑنا ہرگز نہیں اور نہ یہ مفید ہے کیونکہ اگر ایک کو توڑا جائیگا۔ تو بہت جلدی دوسری بن سکتی ہے۔

مسیح کی موت

پس اس بنیاد کو گرانا چاہیئے۔ جس پر صلیبی مذہب کی عمارت کھڑی کی گئی ہے میں

لدھیانے میں تھا۔ دہلی کے ایک پادری سے میں نے کہا۔ کہ چھوٹی سی بات ہے۔ اس کے ماننے میں کیا تامل ہے۔ وہ یہ کہ عیسٰی مر گیا۔ اس نے کہا کہ اگر مسیح کے زندہ ہونے کا عقیدہ نہ ہو۔ تو پھر سب یکدم مسلمان ہو جائیں۔ ہمارے مذہب کی روح یہی بات ہے جب یہ نکلی تو ہم بے جان ہو جائیں۔ میں جب دہلی میں گیا تو وہاں ایک گروہ مخالفت کے لئے آیا۔ میں نے ان سے کہا۔ کہ تم لوگوں نے مسیح کو تیرہ سو برس زندہ مان کر جو کچھ اس کا نتیجہ دیکھا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ لاکھوں مسلمان مرتد ہو گئے۔ جو کلمہ پڑھتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ادب سے لیتے وہ اب گالیاں دیتے ہیں۔ اب ہمارے نسخے کو بھی چند روز آزما دیکھو۔ کہ مسیح کی وفات ماننے میں اسلام کی زندگی اور صلیبی مذہب کی موت ہے یا نہیں۔ ایک شخص اٹھ کر کھڑا ہوا۔ اور بولا جو کچھ کہتے ہو سچ کہتے ہو۔ اسلام کی سچی خیر خواہی اسی میں ہے۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ مسلمان اپنے منہ سے کیوں ملزم بنتے ہیں خیال تو کرو کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو وفات یافتہ مان لیا جاوے اور یہ بھی کہ نعوذ باللہ مس شیطان سے پاک نہیں دوسری طرف مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھا جائے کہ صرف وہی مس شیطان سے پاک ہے۔ تو کیا اس کا نتیجہ ارتداد ہے۔ یا نہیں۔ یہ پادری لوگ تو ایسی باتوں سے ہی مخلوق الٰہی کو گمراہ کر رہے ہیں۔ لاہور میں ایک بشپ صاحب نے وعظ کیا۔ اور حضرت عیسٰی کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مقابلہ کر کے دکھایا کہ ایک مدینہ میں مدفون اور دوسرا آسمان پر زندہ۔ ہمارے مفتی صاحب محمد صادق جو یہاں موجود ہوں گے۔ آگے بڑھے کہ قرآن مجید میں کہاں لکھا ہے۔ وہاں تو صاف فلما توفیتنی لکھا ہے یہ سنکر وہ بولا۔ شاید تم مرزائی ہو۔ میں تمہارے ساتھ گفتگو نہیں کر سکتا۔ باہر نکلکر بعض لوگوں نے کہا۔ مرزائی ہیں۔ تو کافر مگر آج انہوں نے ہماری عزت رکھ لی۔ یاد رکھو کہ کند ہتھیاروں سے فتح نہیں ہوتی۔ جس قوم کو خدا تعالٰے اقبال دینا چاہتا ہے۔ اس کے ہتھیار بھی تیز کر دیتا ہے۔ دیکھو جب انگریزوں کو سلطنت دینا منظور ہوا تو اُن کو ایسے سامان دئے۔ کہ سلطان روم شاہ کابل کو بھی اگر ضرورت ہوتی ہے۔ تو بعض اوقات انہی سے منگواتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں روحانی ہتھیار دئے ہیں۔ یہ خدا کا خاص فضل ہے۔ جو قوم بے ہتھیار ہوتی ہے۔ ضرور ہے کہ وہ تباہ ہو جائے یاد رہے کہ ہتھیاروں سے مراد روحانی قوتیں اور دلائل قاطعہ ہیں۔ ظاہری سامان کی مذہب کے معاملہ میں ضرورت نہیں دیکھو۔ اگر مسیح کی وفات کا ہتھیار نہ ہوتا۔ تو

تم اُن کے سامنے بات بھی نہیں کر سکتے اور معلوم کہ وفات ماننے میں کیا تامّل ہے جب کہ خدا نے بھی فرما دیا کہ مسیحؑ مر چکا۔ اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اپنی روایت سے شہادت دی

اسلام کے نادان دوست

عبدالحکیم جو مرتد ہو چکا ہے اس نے ایک کتاب المسیح الدجّال بنا رکھی ہے۔ اس کو یہ خبر نہیں اسلام پر کیا کیا حملے ہو رہے ہیں۔ اور کتنے دجّال موجود ہیں۔ جنہوں نے لاکھوں کو مرتد کر دیا ہے۔ اور دُرود پڑھنے والوں کو گالی دینے والا بنا رہے ہیں۔ اب کیا کسی دجّال کی کسر باقی تھی۔ کہ اُس کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو اپنا فخر سمجھتا ہے۔ اور ہر طرح سے اسلام کی خدمت ونصرت اپنا فرض خیال کرتا ہے۔ دجّال کہنا جزو ایمان سمجھا ہے کیا دجّال وُہ ہے جو مسلمانوں کو مرتد کرنے میں ساعی اسلام کی بیخکنی میں دن رات مشغول ہو یا وُہ جو صدق دل سے اسلام کا خادم ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ذٰالِکَ الکتاب لاریب فیہ۔ ھدی للمتقین یہ کتاب متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔ بیشک سچّی بات یہی ہے۔ تقویٰ نہ ہو تو انسان اندھا ہے اور جیسے اندھا سورج سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اسی طرح جو متقی نہیں وہ قرآن کے نور سے کچھ روشنی نہ پا سکیگا۔ جو تعصّب سے نظر کرتا ہے۔ بات بات میں بدظنی سے کام لیتا ہے۔ وہ بشر تو کبا۔ اگر فرشتہ بھی آئے تو کبھی ماننے کا نہیں:۔

غرض دجّال شیطان کو کہتے ہیں۔ جو بڑا بھاری مضل ہے۔ یہ شیطان کے مظاہر ہوا و تار ہیں شیطان اپنی باتیں اُن کے دلوں میں پھونکتا ہے۔ شیطان کی راستبازوں کے ساتھ ابتداء سے دشمنی چلی آئی ہے۔ اور جنگیں ہوتی رہیں۔ سب انبیاءؑ نے خبر دی۔ کہ ایک آخری جنگ بھی ہونے والی ہے۔ جس میں شیطان ہلاک ہو جائیگا۔ سو وہ یہی زمانہ ہے:۔

اصل میں ہمارا وجود دو باتوں کے رلئے ہے۔ ایک تو ایک نبی کو مارنے کے لئے دُوسرا شیطان کو مارنے کے لئے۔ اب روحانی جنگ کا ہونا ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے و وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ دیکھو جنگ واقع ہو گی کبھی غالب مغلوب ہوں گے۔ عیسیٰ علیہ السّلام تو مر چلے۔ اب شیطان کا مرنا باقی ہے۔ معلوم نہیں

ابھی تک شیطان ہماری جماعت سے پورے طور سے ہٹا نہیں۔ بعض آتے ہیں بیعت ہوکر۔ واپس جاتے ہیں تو کسی مولوی کے کہنے میں آکر یا بعض دنیاوی اثرات سے متاثر ہوکر مرتد ہو جاتے ہیں۔ اب اگر اُن میں شیطان کا حصہ نہ ہو۔ تو سلو کرکیوں بگڑیں۔ حالانکہ ہمارا دعوےٰ یونہی نہیں۔ بلکہ نشانات کے ساتھ ہے جن میں سے چند حقیقۃ الوحی میں بھی درج ہیں ؎

احمدی جماعت کا فرض

ہماری جماعت کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی بجائے اب شیطان کی وفات پر توجہ کرے۔ مگر یہ ایسا مسئلہ نہیں۔ جو زبانی مان لینے کا ہو۔ بلکہ عملی طور پر دکھانا چاہیئے کہ مرگیا۔ شیطان قال سے نہیں مرسکتا۔ بلکہ حال سے مرتا ہے۔ وہ بے شک مرنے والا ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء کا یہی وعدہ ہے۔ کہ آخری زمانہ میں ہلاک ہوگا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا شیطان مسلمان ہو چکا ہے۔ مگر آج کل کا شیطان ایسا نہیں۔ کہ مسلمان ہو جائے۔ پس اس کی بالکل سرے سے بیخکنی کرنی چاہیئے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ سے شیطان بھاگتا ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں۔ جو لوگ سمجھتے ہیں۔ شیطان ایسا سادہ نہیں کہ محض لفظوں سے بھاگ جائے۔ تم سو مرتبہ لاحول کرو۔ اپنی شیطنت سے باز نہیں آنے کا۔ ہاں اگر وجود کے ذرہ ذرہ میں لاحول رچ جائے۔ اور ہر حال میں خدا پر توکل رکھا جائے۔ اور اُسی کا سہارا پکڑا جائے۔ اور خدا کا فیض چاہا جائے۔ تو پھر شیطان کا کچھ خوف نہیں ایسے لوگ شیطان سے بچائے جائیں گے یہی ہیں۔ جن کو فلاح نصیب ہوتی ہے

دُعا کی حقیقت

اللہ جل شانہ، نے قرآن شریف میں اپنی صفات بتاکر سب سے پہلے دعا کی طرف توجہ دلائی ہے گویا اس میں یہ اشارہ ہے۔ کہ انسان ہر حالت میں دُعا کا محتاج ہے اور ایسی کمزور ہے۔ کہ بجز خدا کے فضل کے ایک قدم بھی نہیں رکھ سکتا۔ تم اپنے تئیں پاک مت ٹھہراؤ کیونکہ کوئی پاک نہیں جب تک خدا پاک نہ کرے۔ اور ایک حدیث میں ہے۔ تم سب اندھے ہو۔ مگر جسے خدا دکھائے تم سب گمراہ ہو۔ مگر جسے خدا ہدایت دے۔ تم سب مردے ہو مگر جسے خدا زندہ کرے۔ انسان کی اسی طرح

طرح کے اغلال ہیں۔ دنیا کی محبت بھی ایک طوق ہے۔ خدا کا فیض دُعا سے شروع ہوتا ہے ہر ایک کو چاہیئے۔ کہ دُعا میں لگا رہے۔ مگر دُعا چند الفاظ زبان سے رٹ لینے اور یوں بک بک کرنے کا نام نہیں۔ بلکہ دُعا تو مر رہنے کا مترادف ہے۔ ایک ہندی مثل ہے جو منگے سو مر رہے جو مرے سو منگن جائے دعا میں قوت مقناطیسی ہوتی ہے جو خدا کے فضل کو ان کی طرف جذب کرتی ہے۔ اسی لئے فرمایا ادعونی استجب لکم بھلا یہ بھی کوئی دعا ہے۔ کہ زبان سے اھدنا الصراط المستقیم پڑھ رہے ہیں۔ اور دل میں ہے۔ کہ جلدی چل کر وہ کان کھولیں یا کاشتکاری کا کام کریں۔ یہ دُعا نہیں۔ بلکہ اپنی عمر کو ضائع کرنا ہے جب تک انسان خدا کو مقدم نہیں کرتا پورے طور سے دُعا میں محو نہیں ہو جاتا۔ تو دُعا کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ فرماتا ہے۔

تفسیر آیات قرآنی

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون ۔ یعنی نجات پا گئے فلاح پا گئے وہ لوگ جو اپنی دعاؤں میں خشوع سے کام لیتے ہیں۔ یعنی جو گریہ زاری کرتے ہیں پگھل جاتے ہیں۔ محو ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے فلاح کا دروازہ کھولا جاتا ہے فلاح سے مراد دُنیا کی محبت اور اس کے دھندوں سے رستگاری ہے۔ ان کے دل میں دو محبتیں نہیں جو جمع رہنی چاہئیں ؎

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں ٭ این خیال است ومحال است وجنوں

جہاں دنیا کی محبت ہو وہاں خدا کی محبت بھی ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ آگے فرمایا۔

والذین ھم عن اللغو معرضون سب لغوؤں کی ماں دنیا ہے۔ تو مطلب یہ ہے۔ کہ جو دُنیا کی محبت سے اعراض کرتے ہیں۔ وہی فلاح پاتے ہیں۔ دنیا چھوڑنے سے یہ مراد نہیں۔ کہ ہاتھ پیر توڑ دے۔ دُکان نہ کرے دُنیا کے کاروبار چھوڑ دے۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ خدا کو مقدم کرے فرمایا۔ رجال لاتلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ یعنی ہمارے ایسے بندے بھی ہیں جو بڑے بڑے کارخانہ تجارت میں ایک دم کے لئے بھی ہمیں نہیں بھولتے۔ خدا سے تعلق رکھنے والا دنیادار نہیں کہلاتا۔ بلکہ دنیادار وہ ہے۔ جو خدا یاد نہ ہو۔ پس فلاح یافتہ وہ ہے جو دنیا کی محبت سے منہ پھیرے اللہ تعالیٰ کی محبت جب کمال کو پہنچ جائے تو دُنیا کی محبت ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔

قاعدے کی بات ہے کہ ایک نیک فعل دوسرے نیک فعل کو پیدا کرتا ہے۔ اور بدفعل سے دوسرا بدفعل پیدا ہوتا ہے۔ انسان نے جب خدا کی طرف رجوع کیا۔ تو دنیا کے گند سے نجات پالی اور دنیا سے

نجات پائی۔ تو خدا کی طرف جھکا خدا کی سچی محبت دنیا کی محبت کو ٹھنڈا کرتی ہے۔ یہ خوب یاد رکھو کہ دنیا کی محبت کو ٹھنڈا کرنے کا نسخہ خدا کی محبت کا درجہ کمال تک پہنچانا ہے۔

والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون اور جو خدا کے رستے میں صدقات وغیرہ دیتے ہیں۔ یہ عن اللغو معرضون کا نتیجہ ہے۔ جب دنیا کے مال کی محبت نہ رہے۔ تو خدا کی راہ میں دینے کی توفیق ملتی ہے۔ دنیا کی محبت بخیل بنا دیتی ہے۔ آخرت کو بھلایا اور دنیا سے دل لگانا یہ سخت منع ہے۔ اگر دنیا کی محبت دل میں جاگزین ہو۔ تو قارون کا خزانہ بھی کفایت نہ کریگا۔ اور اگر دنیا سے دل نہ لگایا تو پھر شرح صدر سے خدا کی راہ میں دیا جائیگا۔ جو کچھ ہوگا اسی راہ میں خرچ کرنا اپنی سعادت سمجھا جانے گا دیکھو ہزاروں دنیادار ایسے ہیں جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔ اگر وہ دیں تو غریب قحط سے بچ رہیں۔ زکوٰۃ زیور پر بھی ہوتی ہے۔ اور دوسرے مالوں پر بھی سوائے جواہرات کے۔ خدا کا حق واجب ہی دنیا کی محبت نہیں دینے دیتی۔ ہزاروں امیر ہیں۔ ان میں سے بعض اگر دیتے ہیں تو وہ اپنے خزانوں کے حساب سے نہیں دیتے یہ قوت زکوٰۃ دینے کی لغو سے کنارہ کشی پر حاصل ہوتی ہے پس تم دنیا کی محبت کم کرو۔ بلکہ نہ کرو۔ تا زکوٰۃ دینے کی قوت حاصل ہو۔ اور تم فلاح پاؤ۔

اس سے آگے والذین ھم لفروجھم حافظون فرمایا۔ یہ نتیجہ ہے۔ مالوں کی زکوٰۃ دینے کا جب ایک شخص خدا کا ایسا فرمانبردار ہے۔ اور اس قدر خدا کی راہ میں فدا ہو گیا ہے کہ اس کی راہ میں اپنے مال کو اپنا مال نہیں سمجھتا۔ تو پھر وہ دوسرے کے حق پر کب بے جا قبضہ کریگا سب سے بڑا حق یہ ہے۔ کہ انسان دوسرے کی بیوی پر بدنظری نہ کرے۔ پس جو شخص اپنے حقوق جائزہ کو خدا کی راہ میں قربان کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ کیا وہ دوسرے کے حقوق پر خواہ مخواہ قبضہ کریگا

والذین ھم لامانا تھم وعھدھم راعون دیکھو جب اوّل درجے کی نیکی حاصل ہو جاتی ہے۔ تو چھوٹے گناہ خودبخود دور ہو جاتے ہیں۔ بلکہ ایک نیکی سے دوسری نیکی کی توفیق ملتی ہے۔ پہلے فرمایا کہ فعلاکرو اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ لغو سے بالخصوص دنیا سے اعراض کروگے جب دنیا کی محبت ٹھنڈی ہوئی تو صدقات دینے کی توفیق ہوگی۔ جب سینہ ایسا منشرح ہو گیا تو دوسرے کے حقوق سے بھی ڈریگا۔ اور جب دوسرے کے حقوق میں دست اندازی نہ کی تو جو حق اس کے ذمے ہیں ان میں کب کوتاہی کرے گا ضرور ہے کہ ان کی پوری محافظت کریگا۔

نماز کی حقیقت

آگے فرماتا ہے۔ والذین ھم علی صلوٰتھم یحافظون یعنی جو اپنی نمازوں کو پابندی سے گذارتے ہیں۔ اور ان کو کسی حالت میں نہیں چھوڑتے

نماز خدا کا حق ہے۔ فرمایا۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون میں نے جن وانس کو عبادت کے لئے پیدا کیا سب حقوق کے بعد اپنا حق پیش کیا جو خدا کا حق ادا کریگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے۔ وہ بلاؤں سے محفوظ رہیگا مشکلات حل ہونگی۔ مگر نماز سے یہ مراد نہیں۔ کہ معمولی طور سے رسم وعادت کے طور پر دو چار ٹکریں مار لیں۔ نماز نہیں بلکہ نماز وہی ہے جس سے انسان کا دل ایسا گداز ہو جائے۔ کہ پگھل کر احدیت پر بہ نکلے۔ پس اس حالت کا نام نماز ہے۔ نماز کی اللہ کو ضرورت نہیں واللہ غنی عن العالمین اس میں بھی ایک راز ہے۔ کہ اللہ جو کچھ انسان سے چاہتا ہے وہ انسان کی بھلائی کے لئے ہے۔ سب سے بڑی بہبودی تو خدا سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے جب یہ ہوا تو پھر خواہ تمام دنیا دشمن ہو جائے کچھ بھی اس کا بگاڑ نہیں سکتی وہ خدا تعالیٰ اس ایک کے لئے لاکھوں کو فنا کر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے جو اس کو نماز پر ختم کیا ہے۔ تو اس میں یہ حکمت ہے۔ کہ نماز ایسی چیز ہے۔ جس سے دنیا بھی سنور جاتی ہے۔ اور آخرت بھی سنور جاتی ہے۔ مگر جب تک انسان پختہ کار نہ ہو۔ خطرے ہی میں ہے۔

ایک حدیث ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں۔ کہ قرآن ان کو لعنت کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب تک انسان عمل نہ کرے۔ دلی حضور نہ ہو۔ تو گویا وہ عبادت سانپ کی خاصیت رکھتی ہے۔ دیکھنے میں بہت خوبصورت اور خوشنما مگر بباطن دکھ دینے والی زہر سے پر۔ اسی لئے فرمایا۔ فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون یعنی ان نمازیوں کے لئے بھی خرابی ہے۔ جو اپنی نماز کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ نماز کی حقیقت یہی ہے۔ کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ اس کی کل نافرمانیوں سے بچتا رہے۔ نماز تو اسی کا نام ہے۔ مگر یہ حالت نماز انسان کے اختیار میں نہیں۔ پس دعائیں لگے رہو صبح وشام دعا کئے جاؤ تا تم پر رحم کیا جاوے اور یہ حالتیں میسر آئیں

خطرناک ایام

آجکل دن بڑے ردی آتے جاتے ہیں۔ جو باتیں مجھے معلوم ہیں۔ اگر تمہیں معلوم ہوں اور جو یقین مجھے خدا تعالیٰ کے کلام پر ہے۔ اگر تمہیں ہو۔ تو میں سچ کہتا ہوں۔ کہ تم ہر وقت روتے رہو ایک ہولناک زلزلہ آنیوالا ہے۔ جو بغتۃً آئے گا۔ اور خدا تعالیٰ اپنی پوری تجلی دکھائیگا دیکھو ابھی کل پرسوں بھی ایک زلزلہ آیا ہے۔ یہ اس بات کے واسطے کہ اللہ تعالیٰ کی انذار کی باتیں نرمی سے شروع ہوتی ہیں۔ دیکھو حضرت موسیٰ کے زمانہ میں پہلے نرم نرم عذاب آئے کہ حشرات الارض نکل آئے

حسن پھیل گیا۔ قحط پڑ گیا۔ بھلا فرعون قحط کو کیا جانتا تھا۔ وہ تماشا سمجھتا ہوگا۔ کیونکہ قحط کا اثر تو غریبوں پر پڑتا ہے۔ مگر اس کو یہ خبر نہ تھی۔ کہ ایک دن بطش شدید کا آنے والا ہے۔ جب اس کے منہ سے بے اختیار نکلے گا:۔ امنت انہ لا الٰہ الا الذی امنت بہ بنوا اسرائیل ابتدائی منذرات سے ڈرو گے تو نجات پاؤ گے جب وہ وقت آگیا۔ تو پھر سوائے رونے اور چلانے کے کیا کر سکتے ہو۔ طاعون بھی ہولناک ایام کی ابتداء ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ کہ ایک ایسا سخت طاعون آئے گا۔ جو پہلے کبھی نہیں آیا۔ بلکہ ایک ایسی وبا آنیوالی ہے۔ کہ اس کا نام بھی نہیں رکھا جاسکتا۔

دیکھو تم سب کچھ سُن چکے ہو۔ اس کی باتیں سُنکر نافرماں برداری کے راہوں سے بچو وہ سزا دینے میں دھیما ہے۔ اس کی رحمتیں سمندروں سے بھی زیادہ ہیں مگر وہ شدید العقاب بھی ہے۔ اس حالت میں جب انسان اس کے احکام نہ مانے اس کے عذاب سے نہ ڈرے۔ اور جو قبل از نزول عذاب ایسا ڈرے کہ گویا اس پر آپڑا تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اور وہ بچایا جاتا ہے۔ مومن کی نشانی یہی ہے۔ کہ وہ عذاب سے پہلے ڈرے جب عذاب آگیا۔ تو اس سے ڈرنا کیا سودمند ہو سکتا ہے پھر تو ہر مذہب کا شخص ڈرتا ہے میں نہیں جانتا کہ اس مجمع میں کتنے دل ہیں۔ جو ان باتوں سے ڈرتے ہیں۔ میں دوبارہ کہتا ہوں۔ کہ یہ دن بہت خوفناک دن ہیں بدعملیوں سے بچو تا بچائے جاؤ۔

انبیاء کی زبانی یہ وعدہ ہوتا آیا ہے۔ کہ آخری زمانہ میں مسیح موعود آئے گا اور جہاں تک اس کی نظر جائے گی کافر مرتے جائیں گے اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو خواہ مخواہ ضد کرتے ہیں اور اس کی توجہ کا نشانہ بنیں گے۔ وہ مریں گے۔ مگر اب تو تمام دنیا نشانہ بن رہی ہے۔

اللہ نے تو اپنی اطاعت کے لئے پیدا کیا اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ ایک دل میں بھی خدا کی عظمت نہیں رہی۔ جو کچھ اطاعت کرتے ہیں وہ بھی رسم یا عادت کے طور پر دیکھو امرتسر لاہور کے بازاروں میں کتنے اِدھر سے اُدھر اُدھر سے اِدھر گذر رہے ہوں گے۔ دوڑے جاتے ہوں گے مگر سب دنیا کے لئے۔ تم پوچھ دیکھو کسی میں اسلام کی تڑپ نہیں۔ جتنی تپش ہے۔ سب دُنیا کے لئے جب یہ حالت ہے تو کیوں عذاب نہ آئے۔

جب دِلوں میں خدا سے تعلق نہیں۔ تو جوش عبادت کیا پیدا ہو انسان بیوی کے خوش کرنے کے لئے ہزاروں ٹکریں مارتا ہے۔ کیا کبھی خدا کے خوش کرنے کے لئے بھی ٹکریں مارتا ہے ایک بچہ مرجاتا ہے۔ تو کیسا روتا چلاتا ہے۔ کہ گویا خدا اس کے نزدیک ہے ہی نہیں جب خدا کی

ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ تو خدا اس کے ساتھ کیا تعلق رکھے گا۔ کم از کم اتنا تعلق تو ہو کہ تمہیں یقین ہو کہ وہ موجود ہے۔ اگر کچھ بھی تعلق نہیں تو خدا کو بھی کچھ تعلق نہ ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے۔ کہ جو میری طرف آہستہ سے آتے ہیں میں اسکی طرف تیز آتا ہوں۔ اور جو تیز آتے ہیں میں دوڑ کر آتا ہوں۔ گویا خدا اپنے بندے سے بھی سبقت کرتا ہے۔ لیکن اگر بندہ ہی خدا سے بے پرواہ ہو تو پھر کیا۔

مسیح موعود کا ذوالقرنین ہونا

میں نے ایک مرتبہ ذوالقرنین کا حال قرآن مجید میں دیکھا تھا۔ تدبر سے معلوم ہوا کہ جو کچھ اسمیں ہے۔ وہ دراصل اسی زمانے کے لئے بطور پیشگوئی ہے۔ آخر خدا تعالیٰ قصّے سنانیوالا تو نہیں جو قرآن مجید کو قصّے سمجھے وہ میرے نزدیک مومن نہیں اس کی کوئی بات بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتی ذوالقرنین نے مغربی سفر کیا جہاں کیچڑ میں آفتاب غروب ہوتے پایا۔ اور مشرقی سفر کیا تو ایسی قوم کو دیکھا جہاں ان پر سورج چڑھا ہوا ہے۔ اور وہ دھوپ سے بچا ؤ نہیں کر سکتے تیسری قوم وہ جنہوں نے اس کی حمایت طلب کی اور چاہا کہ یاجوج ماجوج کے آگے ان کو سد بنا دے اصل میں یہ مثالی طور پر مسیح موعود کا ذکر ہے۔ الحمد اہل بیت سے بھی ایک نے لکھا ہے۔ ذوالقرنین سے مراد مسیح موعود ہے سو دیکھو ہم نے بھی دنیا کی تمام رائج صدیوں میں سے دو صدیوں کو پایا ہے۔ اللہ نے پیشگوئی کے رنگ میں فرما دیا تھا کہ اس کا تین قوموں سے سابقہ پڑیگا۔ ایک تو مغربی جو یعنی انگریزی قومیں اندھیرے میں ہیں اور پانی صاف نہیں رکھتے یعنی ہدایت کے نور سے الگ ہیں۔ اور انجیل کی وحی کا پانی صاف نہیں بلکہ اب تحریف و تبدیل سے کیچڑ کے مشابہ ہو گیا ہے۔ اور دوسری مشرقی قوم یعنی وہ جو سایہ امام کے نیچے نہیں وہ قرآن مجید سے کچھ فائدہ اٹھانا نہیں جانتے بلکہ جاہلیت میں مر رہے ہیں چنانچہ فرمایا۔ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ۔ تیسری ہماری قوم جو بڑی خوش نصیب ہے۔ یہ امام کے سایہ میں آ گئے۔ اور چاہا کہ یاجوج ماجوج کے آگے انہیں سد بنا دی جائے۔

جماعت میں تزکیۂ نفس کی ضرورت

لیکن ابھی ان کی ابتدائی حالت ہے۔ تزکیۂ نفس کی بہت ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا فلاح پاگیا۔ جس نے تزکیۂ نفس کیا۔ اور ذلیل و خوار ہو گیا جس نے اپنے تئیں خراب کر لیا۔

تزکیہ نفس اسے کہتے ہیں۔ کہ خالق و مخلوق دونوں طرف کے حقوق کی رعایت کرنیوالا ہو۔ خدا تعالیٰ کا حق یہ ہے۔ کہ جیسا زبان سے وحدہٗ لاشریک اسے مانا جائے ایسا ہی عملی طور سے اُسے مانیں اور مخلوق کے ساتھ برابر نہ کیا جاوے۔ اور مخلوق کا حق یہ ہے۔ کہ کسی سے ذاتی طور پر بغض نہ ہو تعصب نہ ہو۔ شرارت انگیزی نہ ہو۔ ریشہ دوانی نہ ہو۔ مگر یہ مرحلہ دور ہے۔ ابھی تمہارے معاملات آپس میں بھی صاف نہیں گلہ بھی ہوتا ہے۔ غیبتیں بھی ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے کے حقوق بھی دباتے ہیں پس خدا چاہتا ہے کہ جب تک تم ایک وجود کی طرح بھائی بھائی نہ بن جاؤ گے۔ اور آپس میں بمنزلہ اعضاء نہ ہو جاؤ گے۔ تو فلاح نہ پاؤ گے۔ انسان کا جب بھائیوں سے معاملہ صاف نہیں تو خدا سے بھی نہیں بے شک خدا کا حق بڑا ہے۔ مگر اس بات کو پہچاننے کا آئینہ کہ خدا کا حق ادا کیا جاتا ہے یہ ہے کہ مخلوق کا حق بھی ادا کر رہا ہے۔ یا نہیں جو شخص اپنے بھائیوں سے معاملہ صاف نہیں رکھ سکتا۔ وہ خدا سے بھی صاف نہیں رکھتا۔ یہ بات سہل نہیں یہ مشکل بات ہے سچی محبت اور چیز ہے اور منافقانہ اور دیکھو۔ مومن کے مومن پر بڑے حقوق ہیں جب کوئی بیمار پڑے تو عیادت کو جائے اور جب مرے تو اس کے جنازہ پر جائے۔ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر جھگڑا نہ کرے۔ بلکہ درگذر سے کام لے۔ خدا کا یہ منشاء نہیں کہ تم ایسے رہو۔ اگر سچی اخوت نہیں تو جماعت تباہ ہو جائیگی :

دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جماعت تھی۔ اُنہوں نے بیشمار فتوحات پائیں۔ مگر کس لیئے کہ بمنزلہ جان واحد ہو گئے خانہ خدا اس کو نہ کہیں گے۔ جو بت خانہ ہو۔ اس گھر کو بتوں سے صاف کرو۔ تا یہ خدا کا گھر کہلائے۔ فرمایا طھرا بیتی للطائفین والعاکفین۔ یعنی میرے گھر کو فرشتوں کے لیئے پاک کرو۔ انسان کا دل خدا کا گھر ہے یہ خدا کا گھر اس وقت کہلائیگا۔ اور اس وقت فرشتوں کا طواف گاہ بنے گا۔ جب یہ اوہام باطلہ و عقائد فاسدہ سے بالکل پاک و صاف ہو جبتک انسان کا دل صاف نہ ہو۔ اس کی عملی حالت درست نہیں ہو سکتی۔ دیکھو یہ وقت ہے جو کچھ کرنا ہو کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ بوجہ مخالفت دنیا سے بھی رہے۔ اور دین سے بھی خالی چلے جاؤ کسی کو کیا معلوم کہ کون آئیگا۔ موتا موتی لگ رہی ہے تو بہ خشوع و خضوع سے کام لو۔

ترغیب توبہ اور نفس کی اصلاح

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ توبوا الی اللہ توبۃ النصوحا۔ یعنی توبہ کرو جیسا کہ حق ہے توبہ کرنی کا توبہ کہتے ہیں رجوع کو صرف منہ سے توبہ توبہ کرنا کچھ فائدہ نہیں رکھتا بار بار ایک لفظ کہنے سے عادت

ہو جاتی ہے۔ اور دل پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ رجوع کرو طرف اللہ کی جناب میں جب حق ہے۔ رجوع کا۔ دو متناقض جہات ہیں۔ جو ایک جہت کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتا ہے تو ایک سے بہت دور نکل جاتا ہے۔ پس اسی طرح جو خدا کی جناب میں رجوع کرے ضرور ہے کہ اس کی عملی حالت دکھائے کہ شیطان سے بہت دور ہو گیا۔ ورنہ وہ توبہ توبہ نہیں خالص توبہ کرو تو تمہارے گذشتہ گناہ بخش دیگا۔ وہ فرماتا ہے۔ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین توبہ کرنے والوں اور ہر وقت یہ کوشش کرنے والوں کو کہ ہم کسی طرح پاک ہو جائیں۔ خداتعالیٰ دوست رکھتا ہے۔

دو قسم کے آدمی ہیں۔ ایک تواب ہیں یعنی جنہیں خدا کی طرف کامل رجوع ہو گیا۔ دوم متطہر یہ تطہر تکلف کو چاہتا ہے یعنی ایسے لوگ مجاہدے اور طرح طرح کے جتنے پاکباز بننے کے لئے کرتے ہیں

نفس کی تین قسم ہیں۔ نفس امارہ وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء یہ نفس تو سوائے بدی کے کچھ اور چاہتا ہی نہیں۔ اس کو خبر ہی نہیں ہوتی کہ خدا ہے۔ امارہ کی تعلیم سے انسان تمام برے کام کر لیتا ہے۔ ہر قسم کی بدی کو شیر مادر کی طرح اختیار کر لیتا ہے۔ ہم نے ایک شخص کو دیکھا۔ کہ بارہ آنے کے لئے ایک بچہ کو جان سے مار دیا سعدی انسان کہ مدفوش راجامع است بدے تواند شد مسیحا مے تواند خر شدن۔ پس دوسری قسم نفس کی لوامہ ہے جو اگر بدی سرزد ہو جاتی ہے۔ تو پھر خود ہی اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔ تیسری نفس مطمئنہ ہے یعنی نفس کی وہ حالت جب خدا کے ساتھ پوری تسلی پا لیتا ہے۔ اس میں کوئی اضطراب نہیں رہتا بس فیصلہ کر لیا کہ میں ہر حال میں خدا کے ساتھ ہوں جب تک انسان اس حالت تک نہیں پہنچتا وہ بڑی خطرناک حالت میں ہے۔

انسان کو چاہئے کہ جیسے اور امور سے خائف ہوتا ہے۔ مثلاً کسی کے بدن پر جذام کا داغ نمودار ہو تو اسے آرام نہیں آتا۔ اور ہر وقت ایسی فکر لگ جاتی ہے۔ کہ خدا جانے کیا ہوگا۔ لوگ یوں نفرت کریں گے یوں مجھ سے کنارہ کشی کی جائیگی سالیا ہی روحانی امور سے بھی ہو کیا جیسے جسم کی جذام کی فکر ہے کبھی روح کی بھی فکر کی ہے۔ اس جسم کے جذام تو ابد تک اس کے ساتھ ہے۔ دنیا میں بھی تکلیف وہ اور آخرت میں بھی۔ اس کا کچھ خوف نہیں۔ یہ کس قدر ناعاقبت اندیشی اور غفلت کیشی ہے۔ ولمن خاف مقام ربہ جنتان جو خدا کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو بہشت ہیں اللہ تعالیٰ تسلی دیتا ہے کہ اے میری طرف آنے والو یہ خیال نہ کرو کہ دنیا مومن کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔ بلکہ دنیا و آخرت دونو میں اسے بہشت ملتا ہے جتنے انبیاء گذرے ہیں۔ دنیا میں ہر طرح خوش و خورم اور اعلیٰ حیثیت میں

رہے ہیں۔ اگر دنیا کو قبول کرتے تو کوئی انہیں دس پندرہ کی ملازمت بھی نہ دیتا کیونکہ سادہ مزاج تھے۔ مگر جب انہوں نے خدا کے لئے دنیا کو چھوڑا تو ایک دنیا ان کی تابع کر دی گئی۔ غور کر کے دیکھو کہ اگر ان راستبازوں نے خدا کے لئے دنیا کو چھوڑا تو کیا نقصان اٹھایا۔ ابو بکر الصدیقؓ نے آنحضرتؐ کو مانا تو فائدے ہی میں رہے۔ پہلے دھکے کھاتے تجارت کو جاتے مگر پھر بادشاہ ہو گئے۔ آپ کے ایمان لانے کا قصہ بھی عجیب ہے۔ کہ شام سے واپس آ رہے تھے۔ راستے میں ایک شخص نے خبر دی کہ تمہارے دوست نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ وہ بیشک سچا ہے۔ کوئی معجزہ طلب نہ کیا کیونکہ معجزہ وہ طلب کرتے ہیں جن کو تعارف نہ ہو جو لنگوٹیا یار ہو وہ کبھی طلب نہ کریگا۔ ناواقفیت ہی میں مشکلات پڑتی ہیں جب کسی کے اندرونی حالات سے آگاہی ہو تو پھر کوئی اعتراض دل میں نہیں آتا۔ آپ یہ سنتے ہی نبی صلعم کے پاس گئے۔ اور کہا گواہ رہو کہ میں آپ پر سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔ کوئی معجزہ نہ مانگا سابقہ حالات ہی معجزہ ہو گئے۔ اس وقت بیشک تکالیف اٹھائیں مگر آخر سب سے پہلے تخت نبوت پر وہی بیٹھے۔

حسن ظنی

حسن ظن ایک عجیب چیز ہے وذلکم ظنکم الذی ظننتم بربکم ارذکم فاصبحتم من الخاسرین خدا تعالیٰ اپنے اعدا کو فرمائیگا کہ تم نے خدا سے بدظنی کی۔ تو کسی پر ایمان نہ رہا۔ تو تم تباہ ہوئے۔ اور مامور سے منہ پھیرنا خدا سے منہ پھیرنا ہے۔

ایک پانچ روپیہ کا چپڑاسی ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس کی ہتک کرتا ہے تو گورنمنٹ اس کی بھی سرکوبی کرتی ہے۔ اس لئے کہ جس نے اسے بھیجا وہ عظیم الشان ہے۔ اور سرکاری پرستانہ کی وجاہت کو قائم رکھنے کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے۔ تو کیا وہ خدا جو سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اور جس کی عظمت اور جس کے جلال کے مقابل میں کسی کا جلال نہیں کیا وہ اپنے فرستادہ اپنے رسول کی ہتک دیکھ کر خاموش رہتا ہے۔ ہرگز نہیں مامور کی بے ادبی درحقیقت خدا کی بے ادبی ہے وہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ اس لئے عذاب دینے میں ڈھیلا ہے۔ گستاخ نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ امن و صلحکاری سے زندگی بسر کرنی چاہیئے و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

از اخبار بدر جلد ۷ نمبر ا

دوسری تقریر

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جو حضور پُرنُور نے بموقعۂ جلسۂ سالانہ قادیان مورخہ ۲۸؍دسمبر ۱۹۰۷ء یوم شنبہ بعد جمع نماز ظہر و عصر مسجد اقصٰے میں بیان فرمائی۔

پہلی تقریر کا بقیہ جو کچھ کل میں نے تقریر کی تھی اس کا کچھ حصّہ باقی رہ گیا تھا۔ کیونکہ بہ سبب علالت طبع تقریر ختم نہ ہو سکی۔ اس واسطے آج پھر میں تقریر کرتا ہوں زندگی کا کچھ اعتبار نہیں جس قدر لوگ آج اس جگہ موجود ہیں معلوم نہیں ان میں سے کون سال آئندہ تک زندہ رہے گا اور کون مر جائیگا۔[1]

زمانہ نازک ہے

ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر طرح سے لوگوں کو سمجھا دیں کہ یہ زمانہ بہت نازک ہے خدا تعالیٰ نے اس قدر بار بار مجھے آئندہ اور بھی خطرناک زمانہ کے آنے کے متعلق وحی کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت قریب ہے اور وہ جلد آنے والی ہے۔ جیسا کہ کل بیان کیا گیا تھا۔ طرح طرح کے لباسوں میں موتیں وارد ہو رہی ہیں۔ طاعون ہے۔ وبائیں ہیں۔ قحط ہے زلزلے ہیں۔

جب ایسی مصیبتیں وارد ہوتی ہیں۔ تو دنیاداروں کی عقل باقی رہتی ہے۔ اور وہ ایک سخت غم اور مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں جس سے نکلنے کا کوئی طریق ان کو نہیں سوجھتا۔ قرآن شریف میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى۔ تو لوگوں کو دیکھتا ہے کہ نشے میں ہیں حالانکہ وہ کسی نشے میں نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ نہایت درجہ کے غم اور خوف سے ان کی عقل ماری گئی ہے اور کچھ حوصلہ باقی نہیں رہا ایسے موقعہ پر بجز متقی کے کسی کے اندر صبر کی طاقت نہیں رہتی۔ دینی امور میں بجز تقویٰ کے کسی کو صبر حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلا کے آنے کے وقت سوائے اس کے کون صبر کر سکتا ہے جو خدا کی رضا کیساتھ اپنی رضا کو ملائے ہوئے ہو

[1] اس فقرہ میں حضرت اقدس نے اپنی وفات کی خبر دی تھی۔ پبلشر

جب تک کہ پہلے ایمان پختہ نہ ہو۔ ادنیٰ نقصان سے انسان ٹھوکر کھا کر دہریہ بن جاتا ہے جس کو خدا کے ساتھ تعلق نہیں اس میں مصیبت کی برداشت نہیں دنیا دار لوگ تو ایسے مصائب کے وقت وجود باری تعالیٰ کا ہی انکار کر بیٹھتے ہیں۔

دین و دنیا کے مصائب

دنیا کی وضع ہی ایسی بنی ہے کہ اس میں مصائب کا آنا ضروری ہے۔ دنیا میں جس قدر آدمی گذرے ہیں ان میں سے کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس پہ کبھی کوئی مصیبت وارد نہیں ہوئی کسی کی مصیبت اولاد پر وارد ہوتی ہے اور کسی کے مال پر اور کسی کی عزت پر غرض ہر ایک کو کوئی نہ کوئی مصیبت اور ابتلا دیکھنا ہی پڑتا ہے بغیر اس کے دنیا میں چارہ نہیں یہ دنیا کا لازمہ ہے عرب کا ایک پرانا شاعر لکھتا ہے ؎

سئمت تکالیف الحیوۃ ومن یعش ثمانین حولا لا ابالک یسئم ؛ دنیا میں میں نے بڑی بڑی تکلیفیں دیکھی ہیں۔ اور جو کوئی میری طرح اسی سال تک جیئے گا وہ لامحالہ بھی کچھ دیکھیگا۔ دنیا کی مصائب تو درحقیقت چند روز کے واسطے ہیں کوئی جلدی مرا اور کوئی دیر سے مرا آخر سب نے مرجانا ہے۔

دین کے راہ میں دو قسم کی تکلیفیں ہیں۔ ایک تکالیف شرعیہ جیسا کہ نماز ہے اور روزہ ہے اور حج ہے۔ اور زکوٰۃ ہے۔ نماز کے واسطے انسان اپنے کاروبار کو ترک کرتا ہے۔ اور ان کا ہرج بھی کر کے مسجد میں جاتا ہے۔ سردی کے موسم میں پچھلی رات اُٹھتا ہے ماہ رمضان میں دن بھر کی بھوک اور پیاس برداشت کرتا ہے حج میں سفر کی صعوبتیں اُٹھاتا ہے۔ زکوٰۃ میں اپنی محنت کی کمائی دوسروں کے سپرد کر دیتا ہے یہ سب تکالیف شرعیہ ہیں۔ اور انسان کے واسطے موجب ثواب ہیں۔ اس کا قدم خدا کی طرف بڑھاتی ہیں۔ لیکن ان سب میں انسان کو ایک وسعت دی گئی ہے۔ اور وہ اپنے آرام کی راہ تلاش کر لیتا ہے جاڑے کے موسم میں وضو کے واسطے پانی گرم کر لیتا ہے۔ بہ سبب علالت کھڑا ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لیتا ہے۔ رمضان میں سحری میں اُٹھ کر خوب کھانا کھا لیتا ہے بلکہ بعض لوگ ماہ صیام میں معمول سے بھی زیادہ خرچ کھانے پینے پر کر لیتے ہیں۔ غرض ان تکالیف شرعیہ میں کچھ نہ کچھ آرام کی صورت ساتھ ساتھ انسان نکالتا رہتا ہے۔ اس واسطے اس سے پورے طور پر صفائی نہیں ہوتی۔ اور منازل سلوک جلدی سے طے نہیں ہو سکتے۔

لیکن سماوی تکالیف جو آسمان سے اُترتی ہیں۔ ان میں انسان کا اختیار نہیں ہوتا اور بہر حال برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اس واسطے ان کے ذریعہ سے انسان کو خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ ہر دو قسم کی تکلیف شرعی اور سماوی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں تکالیف شرعی کی

متعلق پہلے سیپارہ میں فرمایا ہے۔ الٓمٓ۔ ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین یعنی مومن وہ ہے جو خدا تعالٰی پر غیب سے ایمان لاتے ہیں۔ اپنی نماز کو کھڑا کرتے ہیں یعنی صدہا وساوس اگر دل کو اور طرف پھیر دیتے ہیں، مگر وہ بار بار خدا کی طرف توجہ کر کے اپنی نماز کو جو بہ سبب وساوس کے گرتی رہتی ہے۔ بار بار کھڑا کرتے رہتے ہیں۔ خدا تعالٰی کے دئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے ہیں یہ تکالیف شرعیہ ہیں۔ مگر اُن پر پورے طور سے بھروسہ حصول ثواب کا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بہت سی باتوں میں انسان غفلت کرتا ہے۔ اکثر نماز کی حقیقت اور مغز سے بے خبر ہو کر صرف پوست کو ادا کرتا ہے۔

تشریح تکالیف سماوی

اس واسطے انسانی مدارج کی ترقی کے واسطے سماوی تکالیف بھی رکھی گئی ہیں۔ ان کا ذکر بھی خدا تعالٰی نے قرآن شریف میں کیا ہے۔ جہاں فرمایا ہے۔ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ و وانا الیہ راجعون۔ اولٰئک علیھم صلوات من ربھم و رحمۃ و اولٰئک ھم المھتدون۔ یہ وہ مصائب ہیں جو خدا تعالٰی اپنے ہاتھ سے ڈالتا ہے۔ یہ ایک آزمائش ہے جس میں کبھی تو انسان پر ایک بھاری درجہ کا ڈر لاحق ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت اس خوف میں ہوتا ہے۔ کہ شاید اب معاملہ بالکل بگڑ جائے گا کبھی فکر و فاقہ شامل حال ہو جاتا ہے۔ ہر ایک امر میں انسان کا گذارہ بہت تنگی سے ہونے لگتا ہے کبھی مال میں نقصان نمودار ہوتا ہے۔ تجارت اور دوکانداری بگڑ جاتی ہے یا چھوٹ جاتی ہیں کبھی ثمرات میں نقصان ہوتا ہے یعنی پھل خراب ہو جاتے ہیں کھیتی ضائع جاتی ہے یا اولاد عزیز مر جاتی ہے۔ محاورہ عرب میں اولاد کو بھی ثمر کہتے ہیں۔ اولاد کا فتنہ بھی بہت سخت ہوتا ہے اکثر لوگ مجھے گھبرا کر خط لکھتے رہتے ہیں۔ کہ آپ دعا کریں کہ میری اولاد ہو۔ اولاد کا فتنہ ایسا سخت ہے کہ بعض نادان اولاد کے مرجانے کے سبب دہریہ ہو جاتے ہیں بعض جگہ اولاد انسان کو ایسی عزیز ہوتی ہے کہ وہ اس کے واسطے خدا کا ایک شریک بن جاتی ہے بعض لوگ اولاد کے سبب سے دہریہ ملحد اور بے ایمان بن جاتے ہیں۔ بعضوں کے بیٹے عیسائی بن جاتے ہیں تو وہ بھی اولاد کی خاطر عیسائی ہو جاتے ہیں بعض بچے چھوٹی عمر میں مرجاتے ہیں تو وہ ماں باپ کے واسطے سلب ایمان کا موجب ہو جاتے ہیں

لیکن اللہ تعالٰی ظالم نہیں کسی پر صدمہ سخت ہو تو وہ صبر کرے تو جتنا صدمہ ہو اتنا ہی اس کا اجر بھی زیادہ ہوتا ہے۔ خدا تعالٰی رحیم غفور اور ستار ہے وہ انسان کو اس واسطے تکلیف نہیں پہنچاتا کہ وہ تکلیف

اُٹھا کر دین سے الگ ہو جائے بلکہ تکالیف اسی واسطے آتی ہیں۔ کہ انسان آگے قدم بڑھائے صوفیا کا قول ہے۔ کہ ابتلا کے وقت فاسق آدمی قدم پیچھے ہٹاتا ہے۔ لیکن صالح آدمی اور بھی قدم آگے بڑھاتا ہے ایک روایت میں لکھا ہے

انبیاء اور رسل کی شان

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گیارہ لڑکے فوت ہوئے تھے۔ انبیاء اور رسل کو جو بڑے بڑے مقام ملتے ہیں۔ وہ ایسی معمولی باتوں سے نہیں مل جاتے جو نرمی سے اور آسانی سے پوری ہو جائیں بلکہ اُن پر بھاری ابتلاء اور امتحان وارد ہوئے جن میں وہ صبر اور استقلال کے ساتھ کامیاب ہوئے تب خداتعالیٰ کی طرف سے ان کو بڑے بڑے درجات نصیب ہوئے۔ دیکھو حضرت ابراہیم پر کیسا بڑا ابتلاء آیا اس نے اپنے ہاتھ میں چھری لی۔ کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے۔ اور اس چھری کو اپنے بیٹے کی گردن پر اپنی طرف سے پھیر دیا مگر آگے بکرا تھا۔ ابراہیم امتحان میں پاس ہوا۔ اور خدا نے بیٹے کو بھی بچا لیا۔ تب خداتعالیٰ ابراہیم پر خوش ہوا۔ کہ اس نے اپنی طرف سے کوئی فرق نہ رکھا۔ یہ خداتعالیٰ کا فضل تھا کہ بیٹا بچ گیا ورنہ ابراہیم نے اس کو ذبح کر دیا تھا اس واسطے اس کو صادق کا خطاب ملا اور توریت میں لکھا ہے۔ کہ خداتعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم تو آسمان کے ستاروں کی طرف نظر کر کیا تو ان کو گن سکتا ہے۔ اسی طرح تیری اولاد بھی نہ گنی جائے گی۔ تھوڑے سے وقت کی تکلیف تھی وہ تو گذر گئی اس کے نتیجہ میں کس قدر انعام ملا۔ آج تمام سادات اور قریش اور یہود اور دیگر اقوام اپنے آپ کو حضرت ابراہیم کا فرزند کہتے ہیں[1]۔ گھڑی دو گھڑی کی بات تھی۔ وہ تو ختم ہو گئی اور کتنا بڑا انعام ان کو خداتعالیٰ کی طرف سے ملا۔

درحقیقت انسان کا تقویٰ تب محقق ہوتا ہے جبکہ اس پر کوئی مصیبت وارد ہو جب وہ تمام پہلو ترک کر کے خدا کے پہلو کو مقدم کر لے اور آرام کی زندگی کو چھوڑ کر تلخ زندگی قبول کر لے تب انسان کو حقیقی تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی اندرونی حالت کی اصلاح نری رسمی نمازوں اور روزوں سے ہی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ مصائب کا آنا ضروری ہے عشق اول سرکش و خونی بود تا گریزد ہر کہ بیرونی بود۔ اوّل حملہ عشق کا شیر کی طرح سخت ہوتا ہے۔ جس قدر انبیاء اور رسول اور صدیق گذرے ہیں۔ ان میں سے کسی نے معمولی اُمور سے ترقی نہیں پائی۔ بلکہ ان کے مدارج کا راز اس بات میں تھا کہ اُنہوں نے خداتعالےٰ کے ساتھ موافقت تامہ کی۔ مومن کی ساری اولاد ذبح کر دی جائے اور اس کے سوائے بھی اس پر تکالیف پڑیں تب بھی وہ بہرحال قدم آگے بڑھاتا ہے

[1] انگریزوں میں بھی ایک فرقہ ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہیں

دیکھو انسان باوجود ہزاروں کمزوریوں کے اپنے سچے دوست کے ساتھ وفاداری کرتا ہے۔ تو کیا خدا جو رحمان اور رحیم ہے۔ وہ تمہارے ساتھ وفاداری نہ کریگا۔ خدا سے ایسا پیار کرو۔ کہ اگر ہزار بچہ ایک طرف ہو اور خدا ایک طرف تو خدا کی طرف اختیار کرو۔ اور بچوں کی پرواہ نہ کرو۔

مصائب تمام انبیاء پر وارد ہوتے رہے ہیں کوئی ان سے خالی نہیں رہا اسی واسطے مصائب کے برداشت کرنے والے کے لئے بڑے بڑے اجر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور اپنے رسولؐ کو خطاب کیا ہے۔ کہ صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیدو۔ جو مصیبت کے وقت کہتے ہیں کہ ایک وقت تھا کہ ہمارا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ خدا نے ہم کو پیدا کیا ہے۔ اور اس کی ہم امانت ہیں۔ اور اسی کے پاس جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے واسطے بشارت ہے۔ ان مصائب کے ذریعہ سے جو برکات حاصل ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے جو خاص بشارت ملتی ہے وہ نماز روزہ زکوٰۃ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ نماز کا حقہ ادا ہو جاوے تو بہت عمدہ ہے۔ مگر خدا کی طرف سے جو نشانہ لگتا ہے۔ وہ سب سے زیادہ ٹھیک بیٹھتا ہے اور اسی سے ہدایت اور رستگاری حاصل ہوتی

اپنی جماعت کو خطاب

اب اہل جماعت غور سے سنیں اور اس بات کو سمجھیں کہ دونوں قسم کی تکالیف خدا تعالیٰ نے تمہارے واسطے رکھی ہیں۔ اول تکالیف شرعی ہیں۔ ان کی برداشت کرو۔ دوسری تکالیف قضاء و قدر کی ہیں۔ اکثر انسان شرعی تکالیف کو کسی نہ کسی طرح ٹال دیتے ہیں اور ان کو پورے طور سے ادا نہیں کرتے۔ مگر قضاء و قدر سے کون بھاگ سکتا ہے اس میں انسان کا اختیار نہیں یاد رکھو۔ انسان کے واسطے یہی ایک عالم نہیں بلکہ اس کے بعد ایک اور عالم ہے یہ تو ایک بہت ہی مختصر زندگی ہے کوئی پچاس ساٹھ سال کی عمر میں مر گیا کسی نے سو بارہ سال اور گذار لئے۔ اس جگہ کی مصائب کا خاتمہ تو موت کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ مگر اس عالم کا خاتمہ نہیں جب قیامت برحق ہے۔ اور وہ ایمان کا لازمہ ہے تو اس چند روزہ زندگی کی تکالیف کا برداشت کر لینا کیا مشکل ہے۔ اس دائمی جہان کے واسطے کوشش کرنی چاہیئے جو شخص کوئی تکلیف بھی نہیں اٹھاتا وہ کیا سرمایہ رکھتا ہے۔

مومن کی نشانی یہ ہے۔ کہ وہ صرف صبر کرنے والا نہ ہو۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے۔ کہ مصیبت پر راضی ہو۔ خدا کی رضاء کے ساتھ اپنی رضا کو ملا دے یہی مقام اعلیٰ ہے۔ مصیبت کے وقت خدا تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھنا چاہیئے۔ منعم کو نعمتوں پر مقدم رکھو۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب

ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ شکوہ شروع کرتے ہیں۔ گویا خدا تعالےٰ کے ساتھ خلع تعلق کرتے ہیں بعض عورتیں کوستی ہیں۔ اور گالیاں دیتی ہیں۔ بعض مرد بھی ایمانی حالت میں ناقص ہوتے ہیں۔
یہ ایک ضروری نصیحت ہے اور اس کو یاد رکھو۔ کہ اگر کوئی شخص مصیبت زدہ ہو تو اسے ڈرنا چاہئے۔ کہ ایسا نہ ہو کہ اس سے بڑھ کر۔ اُس پر کوئی مصیبت آگرے۔ کیونکہ دنیا دار المصائب ہے اور اسمیں غافل ہو کر بیٹھنا اچھا نہیں۔ اکثر مصائب متنبہ کرنیکے واسطے آتے ہیں ابتداء میں اس کی صورت خفیف ہوتی ہے۔ انسان اس کو مصیبت نہیں سمجھتا۔ پھر وُہ بے تاب کرنیوالی مصیبت ہو جاتی ہے دیکھو اگر کسی کو آہستگی سے دبایا جائے۔ تو اس کے بدن کو آرام پہنچتا ہے۔ وہی ہاتھ زور سے مارا جائے تو موجب دُکھ ہو جاتا ہے ایک مُصیبت سخت ہوتی ہے۔ جو وبال جان بن جاتی ہے قرآن شریف نے ہر دو مصائب کا ذکر کر دیا ہے معصائب رفع درجات کیواسطے ہوتے ہیں حضرت ابراہیمؑ اس بات پر رو تے رہے۔ کہ خدا نے مجھ سے بیٹا مانگا ہے۔ بلکہ اُنہوں نے اس بات پر خدا تعالیٰ کا شکر کیا کہ ایک خدمت کا موقعہ ملا ہے۔ لڑکے کی ماں نے بھی رضامندی دی اور لڑکا بھی اس بات پر راضی ہوا ذکر ہے کہ ایک دفعہ ایک مسجد کا مینار گر گیا تو شاہ وقت نے سجدہ کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس خدمت میں حصّہ لینے کا موقعہ دیا جو بزرگ بادشاہوں نے اس مسجد کے بنانے میں حاصل کی تھی۔ وقت تو بہر حال گذر جاتا ہے۔ گوشت پلاؤ کھانیوالے بھی آخر مر جاتے ہیں ؎

صبر کی تلقین

لیکن جو شخص تلخیاں دیکھ کر صبر کرتا ہے۔ اس کو بالآخر اجر ملتا ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کی اس بات پر شہادت ہے۔ کہ صبر کا اجر ضرور ہے۔
جو لوگ خدا کی خاطر صبر نہیں کرتے اُن کو بھی صبر کرنا ہی پڑتا ہے مگر پھر نہ وہ ثواب ہے اور نہ اجر کسی عزیز کے مرنے کے وقت عورتیں سیاپہ کرتی ہیں۔ بعض نادان مرد سر پیر ادکھ اُٹھاتے ہیں بقوڑے عرصہ کے بعد خود ہی صبر کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ ایک عورت کا ذکر ہے۔ کہ اس کا بچہ مرگیا تھا۔ اور وہ قبر پر کھڑی سیاپہ کر رہی تھی آنحضرت وہاں سے گذرے آپ نے اسے فرمایا تو خدا سے ڈر اور صبر کر اس کمبخت نے جواب دیا کہ تو جا۔ تجھ پر میری جیسی مصیبت نہیں پڑی۔ بد بخت نہیں جانتی تھی۔ کہ آپ کے گیارہ بچوں کی فوت ہوتے پر بھی صبر کرنے والے ہیں جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ اس کو نصیحت کرنے والے تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو پھر آپکے گھر

میں آئی اور کہنے لگی۔ کہ یا رسول میں صبر کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ الصبر عند مصیبت الاولے۔ صبر وہ ہے جو پہلے ہی مصیبت پر کیا جائے۔ غرض بعد میں خود وقت گذرنے پر رفتہ رفتہ صبر کرنا ہی پڑتا ہے صبر وہ ہے جو ابتدا ہی میں انسان اللہ تعالیٰ کی خاطر صبر کرے خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیتا ہے۔ یہ بے حساب اجر کا وعدہ صرف صبر کرنے والوں کے واسطے ہی مقرر ہے ۔

کسی کو کیا خبر ہے کہ آج کیا ہے اور کل کیا ہونے والا ہے ابھی ہمارے پاس کئی خط راولپنڈی سے آئے ہیں جن میں لکھا ہے کہ ایک ایسا زلزلہ آیا کہ لوگ چیخ اُٹھے بلکہ بعض نے کہا کہ یہ زلزلہ اپریل والے زلزلے کے برابر تھا دیکھو اس ایک مہینہ میں تین بار زلزلہ آچکا ہے۔ اور آگے ایک سخت زلزلہ آنے کی خبر خدا تعالیٰ دے چکا ہے۔ وہ زلزلہ ایسا سخت ہوگا کہ لوگوں کو دیوانہ کر دیگا۔ لوگوں نے غفلت کر کر خدا کو بھلا دیا ہے۔ اور خوشی میں بیٹھے ہیں۔ مگر جن لوگوں نے خدا کو پا لیا ہے وہ تلخ زندگی کو قبول کرنے کے واسطے تیار ہیں۔ مصائب کا آنا ضروری ہے خدا کی سُنت ٹل نہیں سکتی ہر ایک کو چاہیئے کہ خدا سے دعا اور استغفار میں مصروف رہے۔ اور خدا تعالیٰ کی رضا کے ساتھ اپنی رضا کو ملائے جو شخص پہلے سے فیصلہ کر لیتا ہے ٹھوکر نہیں کھاتا۔ مال۔ اولاد۔ بیوی۔ بھائیوں سے پہلے ہی سمجھ لے کہ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں سب امانت خداوندی ہیں۔ جب تک میں ان کی قدر عزت خاطر خدمت کرو۔ جب خدا اپنی امانت کو واپس لے لے۔ تو پھر رنج نہ کرو:۔

دین کی جڑ اسی میں ہے۔ کہ ہر امر میں خدا تعالیٰ کو مقدم رکھو۔ دراصل ہم تو خدا کے ہیں اور خدا ہمارا ہے اور کسی سے ہم کو کیا غرض ہے۔ ایک نہیں کروڑ اولاد مر جائے۔ پر خدا راضی رہے تو کوئی غم کی بات نہیں اگر اولاد زندہ بھی رہے تو بغیر خدا کے فضل کے وہ بھی موجب ابتلاء ہو جاتی ہے بعض آدمی اولاد کی وجہ سے جیل خانوں میں جاتے ہیں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک شخص کا قصہ لکھا ہے۔ کہ وہ اولاد کی شرارت کے سبب پابہ زنجیر تھا۔ اولاد کو مہمان سمجھنا چاہیئے۔ اس کی خاطر داری کرنی چاہیئے۔ اس کی دلجوئی کرنی چاہیئے۔ مگر خدا تعالیٰ پر کسی کو مقدم نہیں کرنا چاہیئے۔ اولاد کیا بنا سکتی ہے۔ خدا کی رضا ضروری ہے۔

وساوس نماز

جن لوگوں کو خدا کی طرف پورا التفات نہیں ہوتا انہیں کو نماز میں بہت وساوس آتے ہیں دیکھو ایک قیدی جب کہ ایک حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ تو کیا اس وقت اس کے دل میں کوئی وسوسہ گذر جاتا ہے۔ ہرگز نہیں وہ ہمہ تن حاکم کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اسی فکر میں ہوتا ہے۔ کہ ابھی حاکم کیا

حکم سُنا تا ہے۔ اس وقت تو وہ اپنے وجود سے بھی بالکل بے خبر ہوتا ہے۔ ایسا ہی جب صدق دل سے انسان خدا کی طرف سے رجوع کرے اور سچے دل سے اس کے آستانہ پر گرے تو پھر کیا مجال ہے کہ شیطان وساوس ڈال دے۔

شیطان انسان کا پورا دشمن ہے قرآن شریف میں اس کا نام عدو رکھا گیا ہے۔ اس نے اوّل تمہارے باپ کو نکالا پھر وہ اس پر خوش نہیں اب اس کا یہ ارادہ ہے۔ کہ تم سب کو دوزخ میں ڈال دے۔ یہ دوسرا حملہ پہلے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ وہ ابتدا سے بدی کرتا چلا آیا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ تم پر غالب آوے لیکن جب تک کہ تم ہر بات میں خدا تعالیٰ کو مقدم رکھو گے۔ وہ ہرگز تم پر غالب نہ آسکے گا جب انسان خدا کی راہ میں دُکھ اٹھاتا ہے۔ اور شیطان سے معلوم نہیں ہوتا تب اس کو ایک نور ملتا ہے

حقیقتِ ثاقب

جب کہ ایک مومن سب باتوں پر خدا تعالیٰ کو مقدم کر لیتا ہے تب اس کا خدا کی طرف رفع ہوتا ہے وہ اسی زندگی میں خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔ اور ایک خاص نور سے منور کیا جاتا ہے۔ اس رفع سے وہ شیطان کی زد سے ایسا بلند ہو جاتا ہے کہ پھر شیطان کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہر ایک چیز کا خدا تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی ایک نمونہ رکھا ہے۔ اور یہ اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ شیطان جب آسمان کی طرف چڑھنے لگتا ہے تو ایک شہاب ثاقب اس کے پیچھے چڑھتا ہے۔ جو اس کو نیچے گرا دیتا ہے۔ ثاقب روشن ستارے کو کہتے ہیں۔ اس چیز کو بھی ثاقب کہتے ہیں جو سوراخ کر دیتی ہے۔ اور اس چیز کو بھی ثاقب کہتے ہیں۔ جو بہت اونچی چلی جاتی ہے۔ اس میں حالت انسانی کے واسطے ایک مثال بیان کی گئی ہے۔ جو اپنے اندر ایک نہ صرف ظاہری بلکہ ایک مخفی حقیقت بھی رکھتی ہے۔ جب ایک انسان کو خدا تعالیٰ پر پکا ایمان حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہو جاتا ہے۔ اور اس کو ایک خاص قوت اور طاقت اور روشنی عطا کی جاتی ہے جس کے ذریعہ سے وہ شیطان کو نیچے گرا دیتا ہے۔ ثاقب مارنے والے کو بھی کہتے ہیں۔ ہر ایک مومن کے واسطے لازم ہے کہ وہ اپنے شیطان کو مارنے کی کوشش کرے اور اُسے ہلاک کر ڈالے جو لوگ روحانیت کی سائنس سے ناواقف ہیں۔ وہ ایسی باتوں پر ہنسی کرتے ہیں۔ مگر دراصل وہ خود ہنسی کے لائق ہیں۔ ایک قانون قدرتی ظاہر ہے اب ہی ایک قانون قدرت باطنی بھی ہے۔ ظاہری قانون باطنی کے واسطے بطور ایک نشان کے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اپنی وحی میں فرمایا ہے۔ کہ انت منی بمنزلۃ الثاقب یعنی تو مجھ سے بمنزلہ ثاقب ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ میں نے

تجھے شیطان کے مارنے کے واسطے پیدا کیا ہے تیرے ہاتھ سے شیطان ہلاک ہوجائیگا شیطان بلند نہیں جا سکتا۔ اگر مومن بلندی پر چڑھ جائے۔ تو شیطان پھر اس پر غالب نہیں آسکتا۔ مومن کو چاہیئے کہ وہ خداتعالیٰ سے دعا کرے کہ اس کو ایک ایسی طاقت مل جائے جس سے وہ شیطان کو ہلاک کر سکے جتنے بُرے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ ان سب کا دُور کرنا شیطان کو ہلاک کرنے پر منحصر ہے۔

مومن کو چاہیئے کہ استقلال سے کام لے ہمت نہ ہارے شیطان کو مارنے کے پیچھے پڑا رہے۔ آخر وہ ایک دن کامیاب ہوجائیگا۔ خداتعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ جو لوگ اس کے راہ میں کوشش کرتے ہیں۔ وہ آخر ان کو کامیابی کا مُنہ دکھا دیتا ہے۔ بڑا درجہ انسان کا اسی میں ہے۔ کہ وہ اپنے شیطان کو ہلاک کرے۔

خوابوں کی حقیقت

ایسے ضروری کام کو چھوڑ کر جو دین کا اصل منشاء ہے۔ بعض لوگ اور باتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں مثلاً کسی کو ایک خواب آجائے یا چند الفاظ زبان پر جاری ہو جائیں۔ تو وہ سمجھتا ہے۔ کہ میں اب ولی ہو گیا ہوں یہی نقطہ ہے جس پر انسان دھوکہ کھاتا ہے خواب تو چوہڑوں چماروں اور کنجریوں کو بھی آجاتے ہیں اور سچے بھی ہو جاتے ہیں۔ ایسی چیز پر فخر کرنا تو لعنت ہے۔ فرض کرو کہ ایک شخص کو چند خوابیں آگئی ہیں اور وہ سچی بھی ہو گئی ہیں۔ مگر اس سے کیا بنتا ہے۔ کیا سخت پیاس کے وقت ایک شخص کو دو چار قطرے پانی کے پلائے جاویں تو وہ سیر ہو جائیگا۔ ہرگز نہیں بلکہ اس کی طپش اور بھی بڑھے گی۔ ایسا ہی جب تک کہ کسی انسان کو پوری مقدار معرفت کی اپنی کیفیت اور کثرت کے ساتھ حاصل نہ ہو تب تک یہ خوابیں کچھ شئے نہیں انسان کی عُمدہ اور قابل تشفی وہ حالت ہے کہ وہ عملی رنگ میں درست اور صاف ہو۔ اس کی عملی حالت خود اس پر گواہی دے۔ خداتعالیٰ کے برکات اور زبردست خوارق اس کے ساتھ ہوں۔ اور ہر دم اس کی تائید کرتے ہوں۔ تب خدا اس کے ساتھ ہے۔ اور وہ خدا کے ساتھ ہے۔

ہر ایک بات میں شیطان ایک موقع نکال لیتا ہے۔ کہ لوگوں کو کسی طرح سے بہکائے چونکہ ہم بار بار اپنی وحی اور الہام پیش کرتے ہیں اس واسطے بعض لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ ہم بھی ایسا ہی کریں۔ یہ ایک ابتلاء ہے۔ جو ان پر وارد ہوا اور اس ہلاکت کی راہ میں شیطان نے ان کی امداد کی اور ان کو شیطانی القاء اور حدیث نفس شروع ہوا۔ چراغ دین۔ الٰہی بخش۔ فقیر مرزا اور دوسرے بہت سے اس راہ میں ہلاک ہو گئے اور ہنوز بہت سے ایسے ہی جن کا قدم اسی راہ پر ہے۔

اہل جماعت خبردار رہیں کہ ہماری جماعت کے آدمیوں کو چاہیئے کہ ایسی باتوں سے دل ہٹائیں

قیامت کے دن خدا تعالیٰ اُن سے یہ نہیں پوچھے گا کہ تم کو کس قدر الہام ہوئے تھے یا کتنی خوابیں آئی تھیں بلکہ عمل صالح کے متعلق سوال ہوگا کہ کس قدر نیک عمل تم نے کئے ہیں الہام وحی تو خدا تعالیٰ کا فعل ہے کوئی انسانی عمل نہیں خدا کے فعل پر اپنا فخر جاننا اور خوش ہونا جاہل کا کام ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ آپؐ بعض دفعہ رات کو اس قدر عبادت میں کھڑے ہوتے تھے۔ کہ پاؤں پر ورم ہو جاتا تھا۔ ساتھی نے عرض کی کہ آپؐ تو گناہوں سے پاک ہیں۔ اس قدر محنت پھر کس لئے فرمایا افلا اکون عبداً شکوراً۔ کیا میں شکر گذار نہ ہوں۔

انسان کو چاہیئے کہ مایوس نہ ہو وے۔ گناہوں کا حملہ سخت ہوتا ہے۔ اور اصلاح مشکل نظر آتی ہے۔ مگر گھبرانا نہیں چاہیئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم تو بڑے گناہگار ہیں۔ نفس ہم پر غالب ہے ہم کیونکر نیکوکار ہو سکتے ہیں۔ ان کو سوچنا چاہیئے۔ کہ مومن کبھی نا اُمید نہیں ہوتا۔ خدا کی رحمت سے نا اُمید ہونیوالا شیطان ہے اور کوئی نہیں۔ مومن کو کبھی بزدل ہونا نہیں چاہیئے۔ گو کیسا ہی گناہ سے مغلوب ہو پھر بھی خدا تعالیٰ نے انسان میں ایک ایسی قدرت رکھی ہے۔ کہ وہ بہر حال گناہ پر غالب آہی جاتا ہے۔ انسان میں گناہ سوز قوت خدا نے رکھی ہے۔ جو اس کی فطرت میں موجود ہے۔

دیکھو۔ پانی کو کیسا ہی گرم کیا جائے۔ ایسا سخت گرم کیا جائے۔ کہ جس چیز پر ڈالیں۔ وہ چیز بھی جل جائے۔ پھر بھی اگر اس کو آگ پر ڈالو۔ تو وہ آگ کو بجھا دے گا۔ کیونکہ اس میں خدا تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھدی ہے۔ کہ وہ آگ کو بجھا دیوے ایسا ہی انسان کیسا ہی گناہ میں ملوث ہو اور کیسا ہی بدکاری میں غرق ہو۔ پھر بھی اس میں یہ طاقت موجود ہے کہ وہ معاصی کی آگ کو بجھا سکتا ہے۔ اگر یہ بات انسان میں نہ ہوتی تو پھر وہ مکلّف نہ ہوتا بلکہ پیغمبر رسولؐ کا آنا بھی پھر غیر ضروری ہوتا۔ مگر دراصل فطرت انسانی پاک ہے۔ اور جیسا کہ جسم کے لئے بھوک اور پیاس ہے۔ تو کھانا اور پینا بھی میسّر آجاتا ہے۔ انسان کے واسطے دم لینے کے واسطے ہوا کی ضرورت ہے۔ تو وہ موجود ہے۔ اور جسم کے لئے جس قدر سامان ضروری ہیں۔ جب کہ وہ سب مہیّا کر دئے جاتے ہیں۔ تو پھر روح کے واسطے جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ کیوں مہیّا نہ ہوں گی۔ خدا تعالیٰ رحیم غفور اور ستار ہے۔ اس نے روحانی بچاؤ کے واسطے بھی تمام سامان مہیّا کر دئے ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ روحانی پانی کو تلاش کرے تو وہ اُسے ضرور پائیگا اور روحانی روٹی کو ڈھونڈے تو وہ اُسے ضرور دی جائیگی جیسا کہ ظاہری قانون قدرت ہے۔ ویسا ہی باطن میں بھی قانون قدرت ہے۔ لیکن تلاش شرط ہے۔ جو تلاش کریگا۔ وہ ضرور پائیگا۔ خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں جو شخص سعی کریگا خدا تعالیٰ اس سے ضرور راضی ہو جائیگا۔

آفتاب نکل آیا

یہ آخری زمانہ تھا۔ اور تاریکی سے بھرا ہوا تھا۔ اس زمانے کے متعلق خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا۔ کہ اس میں ایک آفتاب نکلیگا۔ مولوی لوگوں کو دیکھنا چاہیئے۔ کہ اس زمانہ میں تقوےٰ کی کیا حالت ہو رہی ہے۔ ایک آدمی نے چار روپے کے زیور کے پیچھے ایک بچّے کو قتل کر دیا تھا۔ ان مولویوں سے جو ہم پر کفر کا فتوے لگاتے ہیں۔ کوئی یہ پوچھے کہ کیا ہم کلمہ نہیں پڑھتے پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اُن کے نزدیک ہم ہندو عیسائی وغیرہ ہر ایک سے بدتر ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ یہ مولوی لوگ طمع نفسانی کے بندے ہیں۔ ایک شخص نے مجُھے خوب کہا تھا۔ کہ اِن مولویوں کا خاموش کرانا کیا مشکل تھا۔ آپ ان سب کو بلا کر دو دو روپے دیدیتے تو سب خاموش ہو جاتے اور کوئی بھی آپ کی مخالفت نہ کرسکتا میں نے کہا کہ ہم نے تو ان لوگوں کے تقویٰ پر بھروسہ کیا تھا ہمیں کیا معلوم تھا کہ ایسے نفسانی بندے نکلیں گے۔ یہ تو میرے دل پر پھرتے ہوں کہا کرتے تھے۔ کہ موسیٰ کہاں اور عیسیٰ کہاں ہمیں کیا معلوم تھا کہ باوجود ایسے خطبے پڑھنے اور سُنانے کے یہ وفات مسیح پر ایسے مشتعل ہوں گے۔ کہ گویا تمام دار و مدار اسلام کا حضرت عیسیٰ کی زندگی پر ہے۔

لیکن یہ لوگ جو چاہیں سو کرلیں۔ اب تو خدا تعالیٰ کا ارادہ ہو چکا ہے۔ کہ شیطان کو ہلاک کر دے شیطان کی یہ آخری جنگ ہے۔ اور وہ ضرور ہلاک ہوگا۔ وُہ ضرور قتل کیا جائیگا شیطان نے بھی حیات مسیح میں پناہ لی ہے۔ مگر وفات مسیح کے ثبوت کے ساتھ ہی شیطان بھی ہلاک ہو جائیگا شیطان نے پادریوں کے ہاں اور ان کے حامیوں کے ہاں بسیرا کیا ہے۔ مگر خدا کے مسیح کے ساتھ ملائک اور راستباز لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ اور اسلام کی مخالفت میں ہر طرح کا زور دکھایا جا رہا ہے۔

اوّل تو یہ زمانہ ہی ایسا ہے۔ کہ بہ سبب تار۔ ڈاک ریل تمام زمین گویا ایک ہی شہر بن رہی ہے ہر وقت کی خبریں آتی ہیں۔ کثرت سے لوگ اِدھر اُدھر آتے جاتے ہیں۔ مگر بالخصوص ہندوستان ایسا ملک ہے۔ جس میں ہر قسم کے لوگ موجود ہیں۔ ایسے بھی ہیں۔ جو وجود باری تعالیٰ کے منکر ہیں بھرے قید لوگ بھی ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ جو چاہو سو کرو۔ پھر کتاب کے منکر برہمو موجود ہیں۔ انسان پرست پجاری بھی ہیں پتھر دل کو خدا ماننے والے بھی ہیں۔ ایک لاکھ سے زائد مرتد عیسائی موجود ہیں سورج پرست ہیں۔ پانی کی پوجا کرنے والے آگ کی پوجا کرنیوالے ہیں۔ آتش پرستی کے بڑے مندر کو زلزلے نے گرا دیا تھا۔ تو اب نیا بنا رہے ہیں۔ اتنا نہیں جانتے کہ ایک زلزلہ اور آنیوالا ہے۔ آزادی اس قسم

گی ہے۔ کہ جو جس کے جی میں آتا ہے۔ وہ کہہ گذرتا ہے۔ کسی کی پرواہ نہیں غرض یہ وہی وقت ہے اور بالخصوص ہند میں وہی نظارہ موجود ہے۔ جس کے واسطے پہلے سے پیشگوئی کی تھی عیسائی لوگ پچاس پچاس ہزار کتاب اسلام کے برخلاف شائع کر رہے ہیں۔

آریہ مذہب کی حقیقت

آریہ سماجی کہتے ہیں۔ کہ کئی ارب سالوں کے بعد دنیا میں ایک کتاب آتی ہے۔ اور وہ بار بار وید ہی ہوتے ہیں۔ اور ہند میں ہی آتے ہیں۔ اور سنسکرت کی ہی زبان اُن کے لئے خاص ہے گویا پرمیشر کو اور کسی ملک زبان کی خبر ہی نہیں۔ نہیں معلوم کہ پرمیشر ہندوستان پر ایسا کیوں ریجھ گیا ہے اور باوجود اس کے ہندوؤں کو ایسی ذلت میں کیوں رکھا ہے۔ اس وقت عیسائی بھی بادشاہ ہیں مسلمان بھی بادشاہ ہیں۔ بدھ بھی بادشاہ ہیں۔ مگر کہیں آریوں کی بادشاہی نہیں کہ پرمیشر کو کیوں یہ بہت پسند آیا شاید اس وجہ سے کہ یہاں نیوگی لوگ رہتے ہیں۔ جو اپنی زندگی میں اپنی بیوی کیواسطے موٹا تازہ خاوند تلاش کرتے ہیں اس سے ہم بستر ہو اور اس کیلئے خوبصورت بچے جنے۔ اور یہ بھی شرط ضروری ہے کہ وہ بیج دا تا برہمن ہو پھر انسان کو ہنسی آتی ہے کہ آریوں کا یہ ناپاک عقیدہ ہے کہ انسان ایک مدت تک نجات یافتہ ہو کر مکتی خانہ میں رہے اور پھر نا کردہ گناہ کی وجہ سے وہاں سے نکالا جائے اور کتا سور بلا بنایا جاوے آریہ کہتے ہیں۔ کہ پرمیشر ہر ایک انسان میں تھوڑا سا گناہ بطور بیج کے لازماً باقی رکھ لیتا ہے۔ جو اس کو دوبارہ پھنسانے کے کام آتا ہے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس بقیہ گناہ کے سبب پھر سزائیں ایسی مختلف کیوں دی جاتی ہیں۔ کہ کوئی شیر بنایا جاوے۔ اور کوئی بکری کوئی بچھو اور سانپ بنایا جاوے اور کوئی گھوڑا اور ہاتھی اور کوئی کرم ناپاک بنایا جائے اور کوئی انسان پھر انسانوں میں کوئی مرد بنایا جائے اور کوئی عورت۔ اس تفاوت کا کیا سبب ہو سکتا ہے۔

پھر یہ بھی آریوں کا ایک عجیب مسئلہ ہے کہ مختلف گناہوں کے سبب مختلف جونیں ملتی ہیں اس سے تو لازم آتا ہے۔ کہ جسقدر جونیں ہیں اُسی قدر گناہوں کی تعداد ہو۔ اور چونکہ الہامی کتاب صرف وید ہی ہے۔ اس واسطے وہ تمام گناہ وید میں مرکوز ہونے چاہئیں۔ لیکن جب وید کے احکام کو دیکھا جاتا ہے تو اُن کی گنتی آریوں کے نزدیک بھی چند سو سے زائد نہ ہوگی۔ لیکن کئی ہزار قسم کے جانور تو جنگلوں میں موجود ہیں۔ کئی ہزار قسم کے کیڑے مکوڑے زمین پر رینگ رہے ہیں پھر درختوں کے پرند اور سمندروں کے جانور جن کی گنتی ہی نہیں یہ اتنی جونیں کہاں سے آگئیں +

آریہ لوگ کہتے ہیں کہ روحوں کو بہشت میں سے نکالنے کی ضرورت اس واسطے پڑے گی کہ ان کی عبادت بہت محدود زمانہ کی تھی۔ ایسی محدود عبادت کا بدلا بھی محدود وقت کے لئے ہونا چاہئیے مگر یہ عقیدہ بہت ہی فاسد ہے۔ آریہ لوگ ایسے محدود وقت کے خیال سے عبادت کرتے ہوں گے۔ اسلام میں تو یہ بات نہیں۔ ہمارا عہد تو خدا کے ساتھ ابدی ہے ہم کسی محدود وقت کی نیت کے ساتھ خدا کی عبادت نہیں کرتے بلکہ ایسی نیت کو کفر جانتے ہیں۔ ہم نے تو ہمیشہ کے لئے خدا کی عبادت کا جوا اپنے گلے میں ڈال لیا ہے۔ ما گر خدا تعالیٰ ہمیں وفات دے تو اس سے ہماری نیتیں میں کوئی نہیں۔ ہم ایسی عبادت کے ثواب کو ساتھ لے کر فوت ہوتے ہیں ہم اس کو محدود نہیں کہتے۔

کہ قرآن شریف نے ایسا خدا پیش نہیں کیا جو ایسی ناقص صفات والا ہو۔ کہ نہ وہ روحوں کا مالک ہے نہ ذرات کا مالک ہے۔ نہ ان کو نجات دے سکتا ہے۔ نہ کسی کی توبہ قبول کر سکتا ہے بلکہ ہم قرآن شریف کے روح اس خدا کے بندے ہیں جو ہمارا خالق ہے۔ ہمارا مالک ہے ہمارا رازق ہے۔ رحمان ہے رحیم ہے۔ مالک یوم الدین ہے۔ مومنوں کے واسطے یہ شکر کا مقام ہے۔ کہ اس نے ہم کو ایسی کتاب عطا کی جو اس کے صحیح صفات کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے

افسوس ہے ان پر جنہوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی۔ ان مسلمانوں پر بھی افسوس ہے جن کے سامنے عمدہ کھانا اور ٹھنڈا پانی رکھا گیا ہے۔ لیکن وہ پیٹھ دے کر بیٹھ گئے اور اس کھانے کو نہیں کھاتے۔ زمانے کے مصائب سے بچانے کے واسطے ان کیلئے ایک وسیع محل طیار کیا گیا جس میں ہزاروں آدمی داخل ہو سکتے ہیں۔ مگر افسوس ان پر کہ وہ خود بھی داخل نہ ہوئے اور دوسروں کو بھی داخل ہونے سے روک دیا۔

یہ نفخ صُور کا وقت ہے

کیا پہلے سے نہیں کہا گیا تھا۔ کہ آخری زمانہ میں ایک کرنا جو آسمان سے پھونکی جائیگی کیا وہی خدا کی آواز نہیں۔ انبیاء جو آتے ہیں وہ کرنا کا حکم رکھتے ہیں نفخ صُور سے یہی مراد تھی کہ اس وقت ایک مامور کو بھیجا جائیگا وہ سنا دیگا کہ اب تمہارا وقت آگیا ہے کون کسی کو درست کر سکتا ہے۔ جبتک کہ خدا درست نہ کرے اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو ایک قوت جاذبہ عطا کرتا ہے۔ کہ لوگوں کے دل اس کی طرف مائل ہوتی چلی جاتی ہیں۔ خدا کے کام کبھی خبط نہیں جاتے۔ ایک قدرتی کشش کام کر دکھائے گی۔ اب وہ وقت آگیا ہے جس کی خبر تمام انبیاء ابتداء سے دیتے چلے آئے ہیں خدا تعالیٰ کے فیصلہ کا وقت قریب ہے۔ اس سے ڈرو اور توبہ کرو۔ از اخبار بدر جلد ۲ نمبر ۲۔

معیار الصادقین از قرآن پاک

کسی مدعی کے دعویٰ کی پہچان کے لئے کہ کیونکر مانا جائے کہ وہ صادق ہے یا کاذب ہے قرآن کریم نے حسب ذیل امور پیش کئے ہیں۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (۱) مدعی کی صداقت کیلئے اس کے سابقہ چال چلن زمانہ ولادت سے لے کر زمانہ ماموریت تک پوری غور کرو۔ اور عقل سے کام لو کہ اس نے تم میں کیسی پاکیزہ زندگی بسر کی ہے (۲) ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ مدعی کی ضرورت پر غور کرو کہ زمانہ کسی مصلح کا متقاضی ہے یا نہیں جبکہ دنیا میں سخت فتور مچا ہوا ہے۔ دین اسلام مرجھا گیا ہے کیا اسکی اصلاح کے لئے آسمانی بارش کی ضرورت نہیں کیا کسی مریض کے گھر میں حکیم کی ضرورت نہیں ہوتی (۳) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ اگر کسی مدعی کی مخالفت نہیں ہوتی تو اس کو سچا نہ جانو ہمیشہ راستباز مدعی کی اس کی قوم اپنی تمام طاقت کے ساتھ مخالفت و مقابلہ کرتی ہے (۴) يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اگر کسی مدعی کے دعویٰ پر لوگ ہنسی ٹھٹھا نہ کریں اس کو بھی سچا نہ جانو چونکہ اللہ تعالیٰ نے سچے مدعی پر استہزا کرنے والوں پر افسوس کرتا ہے کہ جب بھی ہماری طرف سے نیک بندہ آیا اس کی تکذیب کی گئی (۵) كَذٰلِكَ مَا اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ چونکہ مامورین تبلیغ حق کے پہنچانے میں اس قدر منہمک ہوتے ہیں کہ فرض منصبی میں کوتاہی نہ ہو جائے اور بار بار ہر اک رنگ میں پیغام الٰہی پہنچاتے رہتے ہیں دنیادار اس کا یہ طرز عمل دیکھ کر اپنی نادانی سے اس کو ساحر مجنون کا خطاب دیدیتے ہیں (۶) وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ چونکہ جاہل لوگ مدعی کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے ہیں اور جھٹلاتے ہیں اس لئے مامورین ہمیشہ صبر سے کام لیتے ہیں کیونکہ منکرین پہلے بھی رسولوں کو جھٹلاتے چلے آئے ہیں لیکن ہمیشہ راستبازوں کی اللہ تعالیٰ مدد و نصرت کرتا ہے (۷) فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ان لوگوں کو مخلوق الٰہی کا اسقدر غم و الم ہوتا ہے کہ انکی اصلاح و ہمدردی میں اپنے آرام کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور اپنی صحت کا بھی ان کو خیال نہیں ہوتا اس لئے اکثر بیمار رہتے ہیں (۸) وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا لوگ جب خدا تعالےٰ کے فرستادہ کو نہیں مانتے تو ان کی شرارتوں کی وجہ سے ان پر عذاب آتا ہے (۹) وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ اللہ تعالیٰ خود جھوٹے مدعی کو پکڑ کر سزا دیتا ہے (۱۰) اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ہمیشہ خدا تعالیٰ کے رسل اپنے مقصد میں مظفر و منصور ہوتے ہیں اور جو لوگ ان پر ایمان لاتے ہیں انکی بھی مدد کرتا ہے پس اب ان باتوں کو حضرت میرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پرکھو کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچے ثابت ہوتے ہیں۔

تبلیغِ امام علیہ السلام

مقدس کلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

ابنِ مریم ہوں مگر اترا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

مرہمِ عیسیٰ نے دی تھی محض عیسیٰ کو شفا
میری مرہم سے شفا پائے گا ہر ملک و دیار

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

پاک و برتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہوتا نصیر
ورنہ اٹھ جائے اماں پھر سچے ہو دیں شرمسار

یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں
ایسے کاذب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار

کچھ تو سوچو ہوش کر کے کیا یہ معمولی ہے بات
جس کا چرچا کر رہا ہے ہر بشر اور ہر دیار

مفتری ہوتا ہے آخر اس جہاں میں روسیہ
جلد تر ہوتا ہے برہم افترا کا کاروبار

غل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجال ہے
پاک کو ناپاک سمجھے ہو گئے مردار خوار

دشمنو! ہم اس کی رہ میں مر رہے ہیں ہر گھڑی
کیا کرو گے تم ہماری نیستی کا انتظار

بدگمانی نے تمہیں مجنون و اندھا کر دیا
ورنہ تھے میری صداقت پر براہیں بے شمار

پیٹنا ہو گا دو ہاتھوں سے کہ ہے ہے مر گئے
جبکہ ایماں کے تمہارے گند ہوں گے آشکار

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

سر کو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں
عمرِ دنیا سے بھی اب ہے آ گیا ہفتم ہزار

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

سر پہ اک سورج چمکتا ہے مگر آنکھیں ہیں بند
مرتے ہیں بن آب وہ اور در پہ نہرِ خوشگوار

آفتابِ صبح نکلا اب بھی سوتے ہیں یہ لوگ
دن سے ہیں بیزار اور راتوں سے وہ کرتے ہیں پیار

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار